اہلِ چکوال اور مرزائیت

تالیف

عابد حسین شاہ پیرزادہ

ناشر

مسلم کتابوی لاہور

نام کتاب : اہل چکوال اور مرزائیت
تالیف : عابد حسین شاہ پیرزادہ
صفحات : ۹۴
ناشر : مسلم کتابوی، لاہور
پہلی اشاعت : ۱۴۳۷ھ/۲۰۱۶ء
قیمت : ---/-روپے

ملنے کا پتہ

مسلم کتابوی
داتا دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ، لاہور
☎ 042-37225605
Email:muslimkitabevi@gmail.com

فہرست

ہدیہ

مرزا غلام احمد قادیانی

کے افکار و دعاوی کے خلاف

محض غیرت ایمانی کے جذبہ سے اٹھ کھڑے ہونے والے

ضلع چکوال کے درویش صفت انسان

بابا فقیر مرزا اعوان دوالمیالوی

(وفات رمضان ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء)

کی نذر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطہ ہند پر اسلام کی آمد اور پھر یہاں پر اسلامی سلطنت کے قیام سے مغلیہ عہد کے خاتمہ و ابوالمظفر سراج الدین احمد بہادر شاہ ظفر (وفات ۱۸۶۲ء) کی معزولی و جلاوطن کیے جانے کے درمیان کی طویل صدیوں میں اسلامیان ہند میں مقامی طور پر پیدا ہونے والے اعتقادی فتنے بہت کم ہیں، جیسا کہ سید محمد جونپوری (وفات ۱۵۰۵ء) سے منسوب ''مہدویہ'' اور مغل فرمانروا ہمایوں کے بیٹے ابوالفتح جلال الدین محمد اکبر (وفات ۱۶۰۵ء) کا ''دین الٰہی'' لیکن مسلمانوں کا دورِ حکمرانی ختم ہونے اور برطانوی استعمار کے غلبہ و تسلط کے بعد تو گویا اس خطہ پر اعتقادی فتنے پھوٹ پڑے۔

اُدھر ۱۹۲۴ء میں تین براعظم پر محیط خلافت عثمانیہ کے کلی خاتمہ کے بعد پوری اسلامی دنیا میں فرقوں کا ظہور و پرچار نیز قوم و علاقہ پرستی کے جذبات کی حوصلہ افزائی اندرونی و بیرونی قوتوں کی ترغیب و تحریک سے ہوئی۔ چنانچہ اسلامی سلطنت ہند اور پھر خلافت عثمانیہ کے خاتمہ کے بعد اور اگلے مرحلے میں استعماری قوتوں سے آزادی کے باوجود بھی اب تک پوری اسلامی دنیا تفریق کے امتحان و ابتلاء سے نکل نہیں سکی۔

استعماری دور میں جنم لینے والے فتنوں میں مشرقی پنجاب کے ضلعی صدر مقام گورداسپور سے ستائیس کلومیٹر فاصلہ پر واقع قصبہ قادیان کے باشندہ مرزا غلام احمد (وفات ۱۹۰۸ء) کے دعاوی قابل ذکر ہیں، جن کو ماننے والا گروہ، قادیانی، مرزائی، احمدی اور لاہوری ناموں سے جانا جاتا ہے

۲۰۱۵ء میں گورداسپور کا علاقہ ملک ہندوستان کا حصہ ہے۔ جو ملک پاکستان کے تاریخی شہر جہلم صوبہ پنجاب سے برطانوی عہد میں ریل گاڑی میں چند گھنٹے کا سفر تھا۔ اور ضلع جہلم نیز ضلع کیمبل پور (اب اٹک) کے کچھ علاقے الگ کر کے ۱۹۸۵ء میں ضلع چکوال تشکیل پایا جو چکوال، تلہ گنگ، چوآ سیدنشاہ، کلر کہار تحصیلوں پر محیط ہے۔ قادیان سے جغرافیائی قربت اور ایک ہی زبان نیز دیگر عوامل کے باعث ضلع چکوال کی حدود میں مرزائی

فکر مدعی کی زندگی میں ہی پہنچ گئی۔ چنانچہ مرزا کی صحبت و بیعت اختیار کرنے والوں میں تقریباً بیس افراد کا تعلق آج کے ضلع چکوال سے تھا۔ لہٰذا اس خطہ پر مرزا کے افکار و دعاوی کا رد و تعاقب بھی اس کی زندگی میں ہی بھرپور طریقہ سے سامنے آیا۔ اس فریضہ میں حصہ لینے والے مقامی علماء میں مولانا محمد حسن فیضی، مولانا محمد کرم الدین دبیر، مولانا قاضی غلام محمد، مولانا احمد الدین پادشاہانی، مولانا احمد الدین سکنہ جواہر، مولانا سید لعل شاہ ذوالسیالوی کے نام نمایاں ہیں، جن کی خدمات کا مختصر تعارف پیش ہے۔

مولانا محمد حسن فیضی (وفات ۱۹۰۱ء)

چکوال شہر سے راولپنڈی جانے والی قدیم سڑک پر دس کلومیٹر مسافت کے بعد مشرق جانب ذیلی سڑک پر مزید گیارہ کلومیٹر فاصلہ پر گاؤں بھیں میں پیدا ہوئے وہیں قبر واقع ہے ۔ عالم جلیل، مفسر، فرضی نیز عربی زبان کے قادر الکلام شاعر اور بادشاہی مسجد لاہور میں واقع انجمن نعمانیہ کے مدرسہ میں صدر مدرس تھے۔ مولانا محمد حسن فیضی ۱۳ فروری ۱۸۹۹ء کو مسجد حکیم حسام الدین سیالکوٹ میں مرزا غلام سے ملے اور اپنا موزوں کردہ بے نقط عربی قصیدہ مرزا کو ہدیہ کیا اور کہا کہ اگر آپ کو الہام ہوتا ہے تو مجھے آپ کی تصدیق الہام کے لیے یہی کافی ہے کہ اس قصیدہ کا مطلب حاضرین مجلس کو واضح سنا دیں (۱) اور ۲۲ جولائی ۱۹۰۰ء کو مرزا نے بذریعہ اشتہار ہندوستان بھر سے مختلف اسلامی مکاتب فکر کے چھیاسی علماء و مشائخ کے نام درج کر کے مناظرہ و مباہلہ کی دعوت دی، اس اشتہار میں مولانا محمد حسن فیضی کا نام ۶۹ نمبر کے تحت درج ہے (۲) اس کے جواب میں آپ کا مرزا کے نام کھلا خط ۱۳ اگست ۱۹۰۰ء کے ہفتہ وار اخبار "سراج الاخبار" جہلم (۳) میں چھپا جس میں مرزا کی دعوت قبول کی گئی۔ چنانچہ عالم جلیل و صوفی کبیر، چشتی خانقاہ گولڑہ نزد راولپنڈی کے سجادہ نشین مولانا سید مہر علی شاہ (وفات ۱۹۳۷ء) کی قیادت میں سینکڑوں علماء ۲۵ تا ۲۷ اگست ۱۹۰۰ء کو بادشاہی مسجد لاہور میں جمع ہوئے اور ہزاروں کے اس مجمع میں دیگر علماء کے علاوہ آپ نے ۲۷ اگست کے آخری اجلاس میں مرزا کے دعاوی کے بطلان پر تقریر کی اور آپ کی وفات کے بعد مرزا نے "مواہب الرحمن" نامی عربی تصنیف کے اجزاء طبع کرا کے ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء کو جہلم کچہری کے احاطہ میں تقسیم کیے۔ جس میں مولانا فیضی کو گالیوں اور مغلظات سے

نوازا (۴)۔

مناظر اسلام مولانا محمد کرم الدین دبیر (وفات ۱۹۴۶ء)

آپ بھی موضع بھیں میں پیدا ہوئے اور حافظ آباد میں وفات پائی، بھیں کے بڑے قبرستان میں قبر واقع ہے۔ مناظر اسلام چشتی سیالوی صوفی، صحافی، مصنف و شاعر اور غازی اسلام لقب تھا۔ آپ "سراج الاخبار" میں مرزا غلام کے دعاوی و افکار کے رد و تعاقب میں لکھا کرتے تھے پھر مرزائی گروہ سے آمنا سامنا کا مرحلہ آیا اور ۲۶ اگست ۱۹۰۲ء کو مبارک علی سیالکوٹی مرزائی سے جہلم شہر میں مناظرہ ہوا (۵)۔

اس مناظرہ کے اڑھائی ماہ بعد مرزا غلام کے حکم پر ان کے مرید حکیم فضل دین بھیروی نے مولانا کرم الدین دبیر پر ۱۴ نومبر ۱۹۰۲ء کو گورداسپور میں رائے گنگا رام مجسٹریٹ درجہ اول کی عدالت میں پہلا مقدمہ دائر کر دیا۔ جس میں بانی سلسلہ مرزائیہ مرزا غلام احمد بطور گواہ شریک تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۴ جنوری ۱۹۰۴ء کو مقدمہ خارج اور آپ کو عزت کے ساتھ بری کر دیا گیا۔

دوسرا مقدمہ بھی حکیم فضل دین نے ۲۹ جون ۱۹۰۳ء کو گورداسپور میں ہی رائے چندو لال مجسٹریٹ درجہ اول کی عدالت میں دائر کیا، جس میں تین وکیل کیے جن میں ایک انگریز اور ایک ہندو تھا۔ یہ مقدمہ بھی خارج ہو کر مرزا اور مرزائیوں کی رسوائی کا باعث ہوا۔

تیسرا مقدمہ، مرزائی اخبار "الحکم" کے ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب نے مرزا کے حکم پر مولانا کرم الدین اور سراج الاخبار کے مالک مولانا فقیر محمد جہلمی (وفات ۱۹۱۶ء) دونوں کے خلاف ۱۹ دسمبر ۱۹۰۲ء کو دائر کیا، اس میں مرزا بطور گواہ صفائی پیش ہوئے اور ان پر زبردست جرح کی گئی، اس مقدمہ میں جرمانہ کیا گیا جس کی اپیل نہیں کی گئی۔

چوتھا مقدمہ مولانا کرم الدین دبیر نے ۹ دسمبر ۱۹۰۲ء کو جہلم کی عدالت میں دائر کیا اور ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء کو جہلم میں اس کی پیشی و سماعت ہوئی تو وکلاء کا ایک جتھا مرزا غلام کی وکالت میں تھا جن میں ایک انگریز عیسائی بیرسٹر بھی تھا، یہ مقدمہ ۱۹ جنوری کو داخل دفتر ہوا۔

پانچواں مقدمہ ۲۶ جنوری ۱۹۰۳ء کو مولانا کرم الدین دبیر نے مرزا اور ان کے مرید حکیم فضل دین بھیروی پر لالہ سنسار چند مجسٹریٹ درجہ اول کی عدالت میں جہلم میں دائر کیا۔

آخر ۱۸ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو عدالت مہتہ آتمارام مجسٹریٹ درجہ اول گورداسپور سے دونوں کو سات سو روپے جرمانہ ورنہ چھ و پانچ ماہ قید کی سزا ہوئی۔ مرزا نے مسٹر ہری صاحب سیشن جج امرتسر کی عدالت میں اپیل دائر کی جنہوں نے سات جنوری ۱۹۰۵ء کو اپیل ملزمان منظور کی اور واپسی جرمانہ کا حکم دیا۔ مرزا جی دو سال تک سرگرداں و پریشان رہے اور سینکڑوں روپے اپیل پر خرچ ہو کر بمشکل جرمانہ معاف ہوا۔

جیسا کہ ذکر کیا گیا یہ مقدمہ ۲۶ جنوری ۱۹۰۳ء کو جہلم کی عدالت میں دائر کیا گیا اور مرزا کی درخواست پر ۲۹ جون ۱۹۰۳ء کو گورداسپور منتقل ہوا۔ اس دوران جہلم و گورداسپور کی عدالتوں میں مولانا کرم الدین اور مرزا غلام کا سامنا ہوا۔ چنانچہ ۱۳ تا ۱۶ نومبر ۱۹۰۳ء کو گورداسپور کے کمرۂ عدالت میں مولانا محمد کرم الدین دبیر پر جرح ہوئی تو مرزا اور ان کے سارے معاونین موجود جو سوال مرتب کر کے وکیل کو دیتے جو آپ پر سوال کرتا اور مولانا اکیلے ان کے جوابات عدالت کے گوش گزار کرتے اور ۳ جنوری ۱۹۰۴ء کی پیشی میں مولانا کرم الدین دبیر نے جو بیان کیا، مرزا جی خود سن رہے تھے اور اس روز مرزا جی کو بھی یقین ہو گیا کہ جرم سے بچنے کی کوئی سبیل باقی نہیں رہی۔ پھر ایک روز آپ نے چند اشعار عربیہ منظومہ خود، عدالت میں مرزا کو پیش کیے اور للکار کر کہا کہ آپ ان اشعار کا ترجمہ کریں، اور ترجمہ نہیں تو صرف ان کو پڑھ کر ہی سنا دیں تو میں سارے مقدمے چھوڑ کر اسی وقت آپ کی بیعت کرتا ہوں۔ مرزا صاحب نے وہ پرچہ دیکھ کر اپنا سر نیچے کر لیا۔

مرزائی مؤرخین کے بقول ۱۴ جون ۱۹۰۴ء کو مرزا عدالت میں موجود اور اس کے وکلاء نے ''تحذیر الناس'' وغیرہ کتابیں پیش کر کے ثابت کیا کہ تشریعی نبوت بند ہے مگر غیر تشریعی نبوت جاری۔ ہے (۶)

اس مقدمہ کی روز مرہ سماعت کی وجہ سے مرزا غلام اور اس کا بڑا بیٹا مرزا بشیر الدین محمود و دیگر کو وسط اگست سے اکتوبر ۱۹۰۴ء تک دو ماہ گورداسپور میں ہی مقیم رہنا پڑا (۷) اور مرزا جی روزانہ احاطہ عدالت میں حاضر باش رہتے تھے۔ ایک درخت جامن کے نیچے برلب سڑک ڈیرہ ڈال رکھا تھا، دن بھر وہاں پڑے رہنا پڑتا اور مقدمہ پیش ہو کر پھر حکم ہو جاتا کہ کل حاضر ہو اور ۱۰ مئی ۱۹۰۴ء کے روز تو مرزا جی کو تقریباً پانچ گھنٹے عدالت میں کھڑے رہنا

پڑا اور فیصلہ کے روز بھی موجود تھے، تو دیکھا گیا، چہرہ زرد تھا، بار بار پیشاب کی حاجت ہوتی تھی اور جب فیصلہ سنانے کے لیے عدالت کے قاصد نے مرزا جی کو حاضر ہونے کا پکارا تو حالت دیدنی تھی (۸)۔

مذکورہ بالا تمام مقدمات کی روداد ہر پیشی کے ساتھ ''سراج الاخبار'' کے صفحات پر سامنے آتی رہی اور جیسے ہی ایک مقدمہ کا فیصلہ سامنے آتا، اس کی مکمل روداد سراج الاخبار کے ضمیمہ کے طور پر الگ شائع کی گئی، یوں تین ضمیمے سامنے آئے جو ۲۰۱۴ء میں ''ردِ قادیانیت اور سنی صحافت'' کی پہلی جلد میں یکجا طبع ہوئے۔ علاوہ ازیں مولانا کرم الدین دبیر نے کتابی شکل دی جو مطبع سراج المطابع جہلم سے بنامِ ''کاشف اسرار نہانی یعنی رودادِ مقدمات قادیانی'' چھپی۔ بعد ازاں مولانا کرم الدین دبیر نے اپنے عزیز دوست مولانا غلام محی الدین دیالوی کی تحریک و خواہش پر اس میں اضافات کیے اور یہ دوسری بار نئے نام ''تازیانۂ عبرت'' سے ۱۹۳۲ء میں اور پھر بارہا چھپی نیز ''عقیدۃ ختم النبوۃ'' کی نویں جلد میں مطبوع ہے اور پروفیسر خالد شبیر احمد نے ''تازیانہ عبرت'' کی تلخیص تیار کر کے ''تاریخ محاسبہ قادیانیت'' کی پہلی جلد میں پیش کی۔

ان مقدمات میں چند مخلص ہم وطن مولانا دبیر کے رفیق و ہمدم رہے اور آخری مقدمہ میں مولانا غلام محمد قاضی تحصیل چکوال اور مولانا محمد حسن جی قاضی تحصیل جہلم بطور گواہان استغاثہ اور مولانا پیر منور شاہ نیز مولانا غلام محی الدین دیالوی بطور گواہان صفائی طلب کرائے گئے تھے۔ تازیانۂ عبرت کے آخر میں چاروں کا ذکر ہے۔

مولانا غلام محمد چکوال شہر کے باشندہ جبکہ مولانا محمد حسن جی کا گاؤں پڑی درویزہ اور مولانا پیر منور شاہ (وفات ۱۹۱۵ء) نلہ پیراں کے باشندہ (۹) جبکہ مولانا غلام محی الدین کا گاؤں دیالی تھا اور آخر الذکر تینوں کے وطن ان دنوں ضلع جہلم کی تحصیل سوہاوہ میں شامل ہیں۔

مولانا کرم الدین دبیر، مرزا غلام کی موت کے بعد بھی اس کے افکار و دعاوی کے رد و تعاقب میں سرگرم رہے۔ چنانچہ ۱۳۳۸ھ میں آپ نے انجمن حفظ المسلمین امرتسر کے استفتاء کے جواب میں کفریات مرزا بارے فتویٰ جاری کیا جو " استنکاف المسلمین

عن مخالطة المرزائیین "میں درج جس کا مزید ذکر آگے آرہا ہے۔

پٹھان کوٹ میں ۲۴ تا ۲۵ نومبر ۱۹۲۸ء کو مناظرہ منعقد ہوا تو مولانا محمد کرم الدین دبیر اور مشہور غیر مقلد عالم علامہ ثناء اللہ امرتسری سرگودھوی (وفات ۱۹۴۸ء) مناظر تھے جبکہ مرزائیہ کی طرف سے غلام رسول راجیکے، ابوالعطاء جالندھری اور محمد شفیع سامنے آئے، مناظرہ کے چار اجلاس ہوئے (۱۰)۔

بعد ازاں ۱۳ اپریل ۱۹۳۲ء کو مندوال تحصیل فتح جنگ ضلع کاملپور (اب اٹک) میں مناظرہ ہوا جس میں شیر اسلام مولانا محمد کرم الدین کے بالمقابل قادیان سے بھیجے گئے فخر الدین اور محمد نذیر مناظر تھے (۱۱)۔

علامہ عطاء اللہ شاہ بخاری نے قادیان میں احرار کانفرنس منعقد کی تو مرزائیہ کی تحریک پر حکومت نے دو گروہوں کے درمیان منافرت پھیلانے کے الزام میں مقدمہ قائم کر دیا۔ ۱۹۳۵ء میں گورداسپور عدالت میں سماعت شروع ہوئی تو علامہ عطاء اللہ بخاری کی مقدمہ میں معاونت و گواہی کے لیے مولانا کرم الدین دبیر وہاں جا پہنچے۔ دوسری جانب سے مرزا کا بیٹا و دوسرا جانشین مرزا بشیر موجود تھا جس نے گورداسپور عدالت میں تین روز ۲۳، ۲۵، ۲۷ مارچ کو بیان درج کرایا (۱۲)۔

ان دنوں آلومہار شریف کے سجادہ نشین علامہ سید فیض الحسن شاہ (وفات ۱۹۸۴ء) مجلس احرار پنجاب کے صدر تھے۔

مولانا کرم الدین کا ایک مضمون "مرزائیت کا جال، لاہوری مرزائیوں کی چال" ہفت روزہ "الفقیہ" میں ۱۹۳۰ء کو اور پھر ماہنامہ "شمس الاسلام" کے شمارہ فروری ۱۹۳۰ء صفحہ ۲۲ تا ۲۷ پر شائع ہوا، نیز "عقیدۃ ختم النبوۃ" کی تیرھویں جلد میں مطبوع ہے۔ علاوہ ازیں اس موضوع پر ایک فتویٰ شمس الاسلام کے شمارہ مارچ اپریل ۱۹۳۱ء صفحہ ۴۲ تا ۴۷ پر اور ایک مضمون "مرزائے قادیان، کٹہرہ ملزمان میں" شمارہ جنوری ۱۹۳۳ء صفحہ ۴۳ تا ۴۵ پر چھپا۔ (۱۳)

مولانا قاضی غلام محمد (وفات ۱۹۰۷ء)

چکوال شہر میں پیدا ہوئے وہیں وفات پائی اور مسجد غوثیہ عرف مسجد علامہ صاحب کے

احاطہ میں قبر واقع ہے۔ عالم، مدرس، مصنف اور حکومت کی طرف سے تحصیل چکوال کے قاضی تعینات تھے۔ مرزا غلام نے علماء اسلام سے مناظرہ و مباہلہ کی دعوت پر مبنی جو اشتہار ۲۲ جولائی ۱۹۰۰ء کو شائع کیا، اس میں مولانا غلام محمد کا نام نمبر پچاس کے تحت درج ہے۔

مولانا کرم الدین کے مقدمہ گورداسپور میں آپ کی گواہی ۱۵ دسمبر ۱۹۰۳ء کو قلم بند ہوئی، اس روز مرزا قادیانی بھی کمرۂ عدالت میں موجود اور اس کا بیان بھی قلم بند ہوا۔ رائے چندولال مجسٹریٹ کی تبدیلی کے باعث نئے مجسٹریٹ لالہ آتما رام نے مقدمہ کی کارروائی از سر نو ۸ مئی ۱۹۰۴ء کو روزانہ سماعت کی بنیاد پر شروع کی تو قاضی تحصیل چکوال مولانا غلام محمد وغیرہ گواہان کے بیانات پھر قلمبند ہوئے اور ۲۵ تا ۲۸ جولائی کو آپ کی شہادت صفائی و جرح ہوئی (۱۴)۔

مولانا غلام محی الدین دیالوی (وفات ۱۹۴۴ء)

چکوال و جہلم اضلاع کی حدود پر واقع ضلع چکوال کے قصبہ سرگدھن سے کچھ ہی فاصلہ پر ضلع جہلم کے گاؤں دیالی کے باشندہ اور وہیں کے غربی قبرستان میں الگ چار دیواری میں پختہ قبر واقع ہے۔ عالم، امام و نکاح خواں، طبیب حاذق، خطاط، مترجم، مصنف اور سراج الاخبار میں مضامین نیز تازہ مطبوعات پر تبصرے و تعارف شائع ہوا کرتے۔ مولانا کرم الدین دبیر کے عزیز دوست تھے، چنانچہ آپ کی وفات پر مولانا دبیر نے قطعہ تاریخ وصال فارسی میں نظم کیا اور "ضیائے ملت و دین" سے ہجری سال وفات ۱۳۶۳ھ اخراج کیا۔ تین اشعار پر مشتمل یہ قطعہ آپ کی قبر پر نصب کتبہ پر درج ہے اور "گوجر خان کے سہروردی مشائخ" کے مصنف ۱۳ اگست ۲۰۰۶ء کو قبر پر حاضر ہوئے اور اشعار نقل کر کے اس کتاب میں پیش کیے۔ مولانا کرم الدین دبیر کے مقدمہ گورداسپور میں آپ کی گواہی ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۳ء کو عدالت نے سنی اور جیسا کہ گزر چکا، مولانا دبیر نے تازیانہ عبرت آپ کی تحریک و خواہش پر تالیف و شائع کی (۱۵) آپ کا متروکہ ذخیرہ کتب خانقاہ سلطانیہ کالا دیہہ نزد جہلم میں محفوظ ہے۔

مولانا احمد الدین پادشہانی (وفات ۱۹۶۲ء)

موضع بھیں سے کچھ ہی فاصلہ پر واقع مشہور گاؤں پادشاہان میں پیدا ہوئے، وہیں

وفات پائی اور قبر بنی ۔ معمر و جید عالم، خطیب، طبیب، مصنف ''مرآۃ الواعظین'' نیز چشتی سیالوی صوفی تھے۔ جبکہ چکوال پریس کلب کے سرپرست اعلیٰ قاضی عبداللطیف آپ کے پوتا تھے۔

مرزا اور اس کے افکار کے محاسبہ کے لیے اسلامیان ہند کا جو عظیم الشان اجتماع ۱۹۰۰ء میں بادشاہی مسجد لاہور میں ہوا، اس میں ۲۷ اگست کے آخری جلسہ میں سب سے آخر میں آپ نے خطاب فرمایا۔ نیز اجتماع کے نتیجہ میں جو متفقہ قرار دادیں منظور کی گئیں اس کے مسودہ پر وقت کی کمی کے باعث انسٹھ علماء نے دستخط کیے۔ جن میں آپ کا نمبر تیس ہے (۱۶)

مولانا احمد الدین

۲۷ اگست ۱۹۰۰ء کو بادشاہی مسجد لاہور کے مذکورہ بالا اجتماع میں منظور کردہ قرار دادوں کے مسودہ پر دستخط کرنے والے علماء و مشائخ میں آپ کا نمبر ۵۷ پر نام درج ہے۔ جس کے ساتھ لکھا ہے کہ تحصیل چکوال کے مقام جواہر کے باشندہ ہیں (۱۷)۔

آپ کے حالات تک راقم کی رسائی نہیں ہو سکی اور نہ ہی گاؤں جواھر کا پتہ چل سکا۔ بعض احباب نے راقم سطور کی رہنمائی کرتے ہوئے بتایا کہ جواھر سے مراد گاؤں جوئے عرف جویا میر ہے ۔ چنانچہ آپ کے حالات کے حصول کی امید پر راقم سطور ۱۳ فروری ۲۰۱۵ء کو اس گاؤں پہنچا۔ جو چکوال شہر سے قصبہ تھنیل جانے والی سڑک پر چکوال سے سترہ کلومیٹر دور اور وزارت معدنیات کی طرف سے تیل تلاش کرنے والی مشینوں کی تنصیب کی وجہ سے مشہور ہے۔ گاؤں میں متعدد افراد سے ملاقات کی جن میں محمد شریف عمر تقریباً نوے (۹۰) برس شامل ہیں، اور تصدیق ہوئی کہ جوئے میں احمد الدین نام کے کوئی عالم نہیں تھے ۔ واضح رہے بیسویں صدی کے نصف اول کے ضلع چکوال میں احمد الدین نامی آٹھ سے زائد علماء ہوئے۔

مولانا سید لعل شاہ

ضلع چکوال سے تعلق رکھنے والے متذکرہ بالا علماء نے سیالکوٹ اور جہلم و گورداسپور میں مرزا کا سامنا کیا یا بادشاہی مسجد لاہور کے تاریخی اجتماع میں شریک ہوئے ۔ جبکہ جن علماء

چکوال نے ضلع کی حدود کے اندر رہتے ہوئے مرزائیت کا بھرپور رد و تعاقب کیا ان میں اولین اہم نام مولانا سید لعل شاہ دوالمیالوی کا ہے۔ جن کے گھرانہ کی اس ضمن میں خدمات کا مختصر ذکر ''دوالمیال'' عنوان کے تحت درج ہے۔

مولانا فیض الحسن فیض (وفات ۱۹۲۸ء)

مولانا محمد حسن فیضی کے نامور فرزند جو بھیں میں پیدا ہوئے و ہیں پر قبر واقع ہے ۔ اپنے والد کی طرح حنفی عالم جلیل، عربی زبان کے شاعر، مدرسہ انجمن نعمانیہ لاہور میں استاذ اور مصنف و مترجم تھے (۱۸)

مولانا سید ظہور شاہ جلالپوری جن کا تعارف آگے آرہا ہے، انہوں نے ۱۹۱۲ء میں ''قہر یزدانی بر سر دجال قادیانی'' تالیف کی جس میں ہندوستان بھر کے بکثرت علماء کے تصدیقی دستخط ثبت ہیں۔ جن میں مولانا فیض الحسن فیض کے دستخط بھی شامل ہیں ۔

مولانا نور احمد پسروری نقشبندی مجددی (وفات ۱۹۳۰ء) نے امرتسر میں ایک تنظیم انجمن حفظ المسلمین قائم کی، جس کا مقصد وحید مذاہب جدیدہ اور بالخصوص قادیانیت کے رد میں لٹریچر شائع کر کے مفت تقسیم کرنا تھا (۱۹) ۔ جس کی طرف سے مرزا کے پچیس دعاوی و اقوال پر مبنی ایک استفتاء ہندوستان بھر کے مختلف اسلامی مکاتب فکر کے اکابر علماء کرام کو بھیجا گیا، چنانچہ متعدد مقامات کے علماء نے جواب میں شرعی حکم بیان کیا۔ جنہیں انجمن حفظ المسلمین امرتسر نے ''استنکاف المسلمین عن مخالطۃ المرزائیین'' نام سے غالباً ۱۳۳۹ھ کے آغاز میں کتابی صورت میں ۳۴ صفحات پر طبع کرا کے تقسیم کیا۔ اس کے ابتدائی سولہ صفحات پر مرزائی افکار کا تعارف و رد پیش کیا گیا اور آئندہ صفحات پر استفتاء اور اس کے جوابات درج ہیں ۔ ان میں ضلع جہلم کی نمائندگی مولانا کرم الدین دبیر نے کی اور مفصل جواب لکھ بھیجا۔ مولانا دبیر کے جواب و فتویٰ پر یہاں سے دو علماء نے تصدیقی دستخط ثبت کیے، ایک مولانا نور حسین ساکن پادشاہان اور دوسرے مولانا فیض الحسن فیض (۲۰)۔

مولانا محمد حنیف (وفات ۱۹۴۴ء)

دوالمیال کے نواحی گاؤں تترال (۲۱)، علاقہ کہون (۲۲) میں مولانا حافظ محمد عبداللہ

کریمی (وفات ۱۹۷۴ء) کے گھر ۱۹۱۲ء میں پیدا ہوئے اور محض ۳۲ سال کی عمر میں وفات پائی۔ فاضل دارالعلوم دیوبند، مفسر، علاقہ کہون میں اہل سنت و جماعت کے نمایاں علماء میں شمار ہوتے تھے۔ مصنف ''تاریخ کہون'' کے بقول مرزائیت کے خلاف علمِ جہاد بلند رکھا۔ آپ کے چھوٹے بھائی مولانا حافظ محمد امین (وفات ۱۹۹۳ء) بھی عالم جلیل تھے۔ یہ خاندان خانقاہ نقشبندیہ کریمیہ محلہ عیدگاہ راولپنڈی سے وابستہ تھا (۲۳)

مولانا سید ظہور شاہ (وفات ۱۹۵۳ء)

ضلع گجرات کے شہر جلال پور جٹاں مین پیدا ہوئے، علاقہ چکوال کو ہجرت کی جہاں کے گاؤں منارہ میں وفات پائی وہیں قبر واقع ہے۔ عالم، حافظ، قاری، مرشد، مبلغ اور اپنے دور کے مشہور واعظ نیز شاعر و مصنف تھے۔ مرزا غلام کے افکار و دعاوی کے تعاقب میں دو اردو کتب تالیف کیں۔ '' ظہورِ صداقت در ردِ مرزائیت '' اور '' قہر یزدانی بر سر دجال قادیانی ''، آخرالذکر ''عقیدۃ ختم النبوۃ'' کی ساتویں جلد کے آخر میں مطبوع ہے۔ (۲۴)

مولانا قاضی محمد رضا کالسی (وفات ۱۹۵۱ء)

آج کے تین اضلاع جہلم، چکوال، راولپنڈی کے سنگم پر واقع اڈہ پیر پھلاہی سے تین کلومیٹر فاصلہ پر تحصیل چکوال کے گاؤں کالس شیر خان میں پیدا ہوئے۔ وہیں کے بڑے قبرستان کے پہلو میں واقع خاندانی احاطہ میں اپنے والد عالم جلیل و صوفی مولانا قاضی محمد حسن کالسی چشتی سیالوی (وفات ۱۹۲۶ء) کے قدموں میں قبر واقع ہے۔ عالم جلیل، مقامی واحد مسجد کے امام، مدرس اور حکیم تھے۔ آپ کے بعد شاگرد و داماد نیز ماموں زاد بھائی کے فرزند مولانا قاضی عبداللطیف نقشبندی (وفات ۱۹۹۶ء) جانشین ہوئے (۲۵)۔

کالس سے چار پانچ کلومیٹر فاصلہ پر بردیانہ، موہڑہ نوری اور ڈھوک کشمیریاں نامی گاؤں تحصیل گوجر خان ضلع راولپنڈی کی حدود میں ہیں۔ ڈھوک کشمیریاں کے تمام افراد مرزائی افکار و عقیدہ سے متاثر ہوئے اور مقامی باشندہ غلام ربانی ان کا سرغنہ ہوا۔ تب علاقہ کے مسلمانوں نے ان کا معاشرتی مقاطعہ کیا تو بات مناظرہ تک پہنچی۔ چنانچہ بردیانہ کے مولانا عبدالواحد بن حافظ غلام محمد کی کوشش اور علاقہ میں مؤثر نقشبندی خانقاہ روپڑ کلاں کے

سجادہ نشین خواجہ حافظ محمد عبدالرب (وفات ۱۹۴۳ء) کے تعاون و مدد سے گاؤں موہڑہ نوری میں ۲۴ تا ۲۵ جون ۱۹۳۸ء کو مناظرہ طے پایا۔ جس میں دیگر علماء کے علاوہ خطہ چکوال کے تین اہم علماء نے شرکت و خطاب کیا، مولانا قاضی محمد رضا کالسی ان میں سے ایک تھے۔ اس مناظرہ کی روداد مولانا عبدالواحد کی خواہش پر موضع کالا نزد جہلم شہر کے شاعر میاں اللہ دتہ نے پنجابی نظم میں موزوں و مرتب کی جو ''فتح یزدانی برگروہ قادیانی'' نام سے کتابی شکل میں مطبع مرکنٹائل الیکٹرک پریس راولپنڈی سے چھپی۔

مفتی عطا محمد رتوی (وفات ۱۹۵۷ء)

چکوال سے کلر کہار جانے والی سڑک پر بھون سے چند کلومیٹر دور موضع رتہ میں مولانا امام الدین کے گھر پیدا ہوئے۔ وہیں پر مزار واقع اور عرس کا اہتمام ہے۔ عالم جلیل، حافظ، مدرس، خطیب و مفتی، نقشبندی مرشد اور صاحب کرامات تھے۔ مقامی علماء کے علاوہ بیربل، گھوٹہ، دہلی اور رامپور کے مدارس میں تعلیم پائی (۲۶)

۲۲ اکتوبر ۱۹۴۰ء کو تترال کہون سے مرزائیت کے متعلق جو فتویٰ طلب کیا گیا اس پر آپ نے بھی تصدیقی دستخط ثبت کیے۔ یہ فتویٰ ''درہ زاھد یہ برفرقہ احمدیہ'' میں درج جس کا مزید ذکر دوالمیال کے ضمن میں آ رہا ہے۔

مولانا احمد الدین جسیالوی

تحصیل تلہ گنگ کے گاؤں جسیال کے باشندہ، عالم، چشتی میروی سلسلہ سے وابستہ، گاؤں میں مدرس و خطیب تھے۔ شیخ القرآن مولانا عبدالغفور ہزاروی وزیر آبادی (وفات ۱۹۷۰ء) سے دوستانہ مراسم تھے (۲۷)

تترال کہون سے طلب کیے گئے مذکورہ بالا فتویٰ پر آپ کے بھی تصدیقی دستخط ہیں۔

مولانا عبدالرحیم چکوالوی (وفات ۱۹۶۷ء)

آپ چکوال شہر میں پیدا ہوئے اور وہیں کے بڑے قبرستان میں پختہ قبر واقع ہے۔ عالم و طبیب، نقشبندی صوفی، مرکزی مسجد ہسپتال روڈ چکوال کے امام و خطیب رہے۔ پنجابی شاعری میں ایک مجموعہ ''تحفہ رحیمیہ'' آپ کی زندگی میں چھپا۔ شہر کے مشہور عالم و حکیم، حافظ

محمد اسحٰق (وفات ۲۰۰۲ء) آپ کے فرزند اور کتاب دوست شخصیت صاحبزادہ مولانا محمد حبیب الرحمٰن سیالوی (پیدائش ۱۹۵۶ء) آپ کے پوتا ہیں۔ مولانا عبدالرحیم مناظرہ موہڑہ نوری میں تشریف لے گئے اور خطاب فرمایا (۲۸)۔

مولانا حافظ غلام احمد چشتی (وفات ۱۹۷۴ء)

ضلع سرگودھا کے موضع پنجہ اور مٹھہ ٹوانہ کے قریب گاؤں بھنو میں پیدا ہوئے جبکہ پنجہ وطن تھا اور چوآسیدن شاہ میں وفات پائی، جہاں اہل خیر کے تعاون سے مسجد رحمانیہ کی تعمیر کرائی۔ اسی میں مدرسہ قائم کیا، اس کے صحن میں مزار واقع اور ہر سال ۱۷ محرم سے تین روزہ عرس کا اہتمام ہے۔ مرزا قادیانی کی زندگی میں ہی اس کے دعاوی کا تعاقب اور اسلامی عقائد کا دفاع کرنے والے علماء ومشائخ کے سرتاج، چشتی سیالوی مرشد کبیر مولانا سید مہر علی شاہ گولڑوی سے بیعت کی اور پنجہ، ٹھٹھہ عمر ضلع جھنگ، گھوٹہ، گورمانی ضلع مظفر گڑھ، جامعہ بگویہ بھیرہ نیز دہلی میں علماء سے تعلیم پائی۔ آپ عالم جلیل، حافظ، مربی، درویش منش اور سماجی خدمات میں بے مثل شخصیت تھے۔ چک نمبر ۷۰ جنوبی ضلع سرگودھا، پھر چوآسیدن شاہ سے ملحق علاقہ جھنگڑ کے دور افتادہ گاؤں موھن، بعدازاں جھنگڑ کے ہی مقام سلوئی اور آخر میں چوآسیدن شاہ کی مسجد رحمانیہ میں مجموعی طور پر ساٹھ سال کے لگ بھگ درس وتدریس کی خدمات انجام دیں۔ اپنا گھر تک نہیں بنوایا۔ آپ کے شاگردوں میں پنجاب کے اکابر علماء وحفاظ اور متعدد خانقاہوں کے سجادہ نشین شامل ہیں۔

مولانا حافظ غلام احمد چشتی عرف باواجی سلوئی والے کا ایک مرزائی مربی سے مناظرہ ہوا۔ چنانچہ پاکستان کے نامور عالم ومحقق، تفسیر کبیر جیسی ضخیم کتاب کے مترجم ومصنف کتب کثیرہ مولانا مفتی محمد خان قادری مقیم لاہور، جو آپ کے اہم شاگردوں میں سے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ مرزائی سے مناظرہ کا واقعہ میں نے خود استاذ گرامی کی زبان اقدس سے سنا، جس میں اپنے مرشد حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی کے روحانی تصرف کے طفیل مرزائی کو دلائل میں مات دی (۲۹)۔

مولانا محمد اسماعیل (وفات ۱۹۷۵ء تقریباً)

چکوال شہر سے مغربی جانب ملحق گاؤں اوڈھروال میں پیدا ہوئے اور وہیں کے گاؤں موہڑہ کورچشم ہجرت کی وہیں وفات پائی اور قبر بنی۔ عالم وحافظ، مدرس، مدرسہ اسلامیہ اشاعت العلوم چکوال نیز ہندوستان کے مدارس میں تعلیم حاصل کی پھر قیام پاکستان تک مدرسہ اشاعت العلوم میں استاذ رہے۔ آپ کے بیٹے مولانا محمد اکرام الحق (پیدائش دسمبر ۱۹۲۷ء) آج ۲۰۱۵ء میں شہر کے معمر ترین عالم، استاذ العلماء، مفتی چکوال اور مدرسہ اسلامیہ اشاعت العلوم میں پینسٹھ برس سے استاذ نیز مسجد خواجگان میں ساٹھ برس سے خطیب جمعہ ہیں۔ مناظرہ اہل اسلام با مرزائیاں در مقام موہڑہ نوری میں مولانا حافظ محمد اسماعیل بھی شریک اور بھرپور خطاب فرمایا (۳۰)۔

مولانا سید محمد ذاکر حسین شاہ (پیدائش ۱۹۳۴ء)

کلرکہار کے قریب گاؤں دھرکنہ میں پیدا ہوئے۔ عالم، مفسر، محدث، چشتی سیالوی صوفی، کثیر التصانیف، پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے کیا۔ سرسید کالج کتاس نزد چوآسیدن شاہ میں پروفیسر نیز متعدد مدارس میں استاذ رہے۔ جامعۃ الزہراء اہل سنت راولپنڈی کے بانی وسرپرست، قرآن مجید کی تفسیر نیز ترمذی شریف کی شرح لکھی۔ اسلامی نظریاتی کونسل حکومت پاکستان کے رکن۔ سات ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی پاکستان نے ملکی آئین میں ترمیم کرکے مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دیا۔ یہ مقصد ایک بڑی ملک گیر تحریک کے بعد حاصل ہوا۔ اس ضمن میں ۱۹۷۳ء میں راولپنڈی میں ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی تو آپ منتظمین میں سے تھے۔ اور تحریک کے دوران قومی اسمبلی نے چھیالیس سوالات پر مشتمل سوالنامہ جاری کر کے علماء اہلسنت سے جوابات طلب کیے تو علماء کا ایک بورڈ تشکیل دیا گیا اور جوابات کا اٹھانوے فی صد کام آپ نے انجام دیا۔ علاوہ ازیں سترہ جون ۱۹۷۴ء کو علماء کے نو رکنی وفد نے وزیر اوقاف مولانا کوثر نیازی (وفات ۱۹۹۴ء) سے ملاقات کی اور تحریک ختم نبوت کے گرفتار علماء کی رہائی اور مطالبات کی فوری منظوری کا مطالبہ کیا، مولانا سید ذاکر شاہ اس وفد کے رکن تھے۔ اس تحریک کے نتائج کے ضمن میں آپ کا ایک مضمون ''برصغیر کا پہلا اجماع

امت'' ماہنامہ ''شمس الاسلام'' بھیرہ کے شمارہ مارچ اپریل ۱۹۷۵ء صفحہ ۳۹ تا ۴۵ پر شائع ہوا۔(۳۱)

مولانا محمد ابوبکر چشتی (پیدائش ۱۹۵۱ء)

آپ کا گھرانہ تحصیل کلر کہار کے قصبہ بوچھال کلاں میں آباد لیکن آپ چنیوٹ شہر میں مقیم ہیں۔ علاقہ بھر میں اپنے دور کے مشہور خطیب واعظ ہیں۔ یورپ و مشرق وسطیٰ کے متعدد ممالک کے تبلیغی دورے کیے اور تقریباً ۱۹۷۰ء سے راولپنڈی میں خطیب ہیں۔ چکوال کے گردونواح میں تبلیغی خدمات نمایاں و معروف ہیں۔ جیسا کہ تحصیل چکوال کے موضع کھنوال میں سالانہ عرس پر خطاب قابل ذکر و اہم ہے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ نے اہل سنت کے مرکزی قائدین کے ہمراہ ردِ قادیانیت کے موضوع پر خطاب کر کے اہل اسلام بالخصوص عوام اہل سنت میں ایک جوش و جذبہ اور ولولہ پیدا فرمایا۔ ملک بھر کے مختلف حصوں میں قادیانیوں کے خلاف نکلنے والے ہر جلوس میں شریک ہو کر مختلف مقامات پر اپنے مخصوص انداز میں ردِ قادیانیت کے موضوع پر مدلل خطاب فرما کر تحریک میں شامل لوگوں کے دل و دماغ کو رسول اللہ ﷺ کی حرمت پر قربان ہونے کے لیے تیار کرتے۔ (۳۲)

مولانا گل محمد سیالوی (پیدائش ۱۹۶۰ء)

ضلع میانوالی کے گاؤں ناڑی میانہ میں پیدا ہوئے۔ عالم، استاذ العلماء، چشتی صوفی مُبلّغ، مصنف ہیں۔ واں بھچراں، مدرسہ اسلامیہ اشاعت العلوم چکوال نیز لاہور کے مدارس میں تعلیم پائی۔ دو برس چکوال کے مذکورہ مدرسہ میں استاد رہے اور ۱۹۸۲ء سے تلہ گنگ میں مقیم ہیں۔ دارالعلوم ضیاء قمر الاسلام تلہ گنگ کے بانی و سرپرست ہیں اور شہر میں نیز قصبہ پچنند میں منعقد ہونے والی ختم نبوت کانفرنسوں میں فعال ہیں۔ نیز ایک اردو تصنیف ''قہر یزدانی برسرِ دجال قادیانی'' دسمبر ۲۰۱۳ء میں القمر لائبریری دارالعلوم ضیاء قمر الاسلام تلہ گنگ سے پہلی بار ایک سو تیس صفحات پر شائع ہوئی۔ جس پر راولپنڈی کے علامہ منیر عباس چشتی گولڑوی نے تقریظ لکھی اور مصنف کے فرزند صاحبزادہ ضیاء المصطفیٰ سیالوی خطیب موضع اکوال نے سبب تالیف قلم بند کیا۔

مولانا گل محمد سیالوی نے یہ کتاب تلہ گنگ کے ہی موضع پچنند کے سابق ناظم ملک عبدالرحمٰن اور گاؤں سگھر کے سید مبارک علی شاہ ولد پیر محمد شاہ کی تحریک و خواہش پر تالیف کی۔ جبکہ ڈھوک پٹھان علاقہ تلہ گنگ کے علامہ محمد ممتاز چشتی امام و خطیب اسلام آباد نے اشاعت کا اہتمام کیا (۳۳)۔

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت

مرزائی گروہ کی سرگرمیوں اور پرتشدد کارروائیوں کے نتیجہ میں جنم لینے والی اس ملک گیر و تاریخ ساز تحریک میں چکوال کے علماء و عوام نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اس ضمن میں ایک روز مختلف اسلامی مکاتب فکر کا مشترکہ پرامن جلوس چکوال شہر میں رواں دواں تھا۔ پھر شہر کے مرکزی چوک میں تقاریر کا مرحلہ آیا جہاں پولیس کی بھاری تعداد اور دیگر حکام موجود و مستعد تھے۔ جنہوں نے شرکاء کی اعلیٰ قیادت کو گرفتار کر کے پولیس کے کئی ٹرک بھر لیے اور گاڑیوں کا یہ قافلہ تقریباً ایک سو کلومیٹر دور اس وقت کے ضلعی صدر مقام جہلم کی جیل کو روانہ ہوا۔

جب یہ گاڑیاں آدھی سے زائد مسافت طے کر چکیں تو نماز کی ادائیگی کے لیے روک دی گئیں۔ گرفتار شدہ علماء و مشائخ و دیگر عوامی قیادت نماز ادا کر رہے تھے کہ پولیس انہیں وہیں چھوڑ کر چلی گئی۔ ان کے لیے اس ملک گیر تحریک کے آگے بند باندھنا ممکن نہ رہا تھا۔

اس موقع پر گرفتار کیے گئے سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت کے علماء میں مدرسہ اسلامیہ اشاعت العلوم کے ناظم اعلیٰ مولانا حافظ غلام ربانی (وفات ۱۹۹۴ء) مرکزی مسجد حنفیہ رضویہ ہسپتال روڈ کے امام و خطیب مولانا حافظ حکیم محمد اسحاق (وفات ۲۰۰۲ء)، مسجد صدیقیہ محلہ قائد آباد کے مولانا حافظ محمد شفیع، مولانا مفتی محمد اکرام الحق، مسجد بخاری محلہ سرپاک کے امام و خطیب مولانا حافظ عبدالمالک (پیدائش ۱۹۳۷ء تقریباً) اور مسجد حیات النبی محلہ لائن پارک کے امام و خطیب مولانا حافظ عبدالحلیم نقشبندی کے علاوہ جمعیت علماء پاکستان کے عہدیداران اور دیگر مکاتب فکر کی نمایاں شخصیات شامل تھیں (۳۴)۔

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ کا وفد

ضلع سرگودھا کا تاریخی شہر بھیرہ، چکوال سے زیادہ دور نہیں۔ جہاں پر ایک خانقاہ کے سجادہ نشین حضرت پیر محمد شاہ چشتی سیالوی (وفات ۱۹۲۷ء) نے ۱۹۲۵ء میں دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کی بنیاد رکھی (۳۵)۔ بعدازاں ان کے فرزند مفسر قرآن کریم و سیرت نگار جسٹس مولانا پیر محمد کرم شاہ ازہری (وفات ۱۹۹۸ء) سجادہ نشین ہوئے تو دارالعلوم کو مزید وسعت دی۔ اسی دوران ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت پیش آئی۔ تب ان کے فرزند و موجودہ سجادہ نشین صاحبزادہ مولانا محمد امین الحسنات شاہ (پیدائش ۱۹۵۰ء) کی سرپرستی میں ایک تنظیم "الفتح" ضلع سرگودھا کی حدود اور ارد گرد کے علاقوں میں تحریک کے مقاصد اجاگر کرنے میں فعال ہوئی (۳۶)۔ اس ضمن میں دارالعلوم کے طلباء کے وفود مختلف علاقوں میں ارسال کیے گئے اور ایک چار رکنی وفد ضلع چکوال کے علاقہ کہون میں بھیجا گیا۔

طلباء کے اس وفد میں مولانا حافظ محمد خان چشتی، مولانا محمد شفیع مگھالوی، مولانا محمد عبدالباری، مولانا امداد حسین پیرزادہ شامل تھے۔ جنہوں نے خطہ کہون کے تمام دیہاتوں میں ختم نبوت کے موضوع پر جلسوں میں خطاب کیا اور اس سلسلہ کا آخری اجتماع دوالمیال میں منعقد کیا۔

اس وفد میں شامل مولانا حافظ محمد خان چشتی ۱۹۴۹ء کو کہون کے ہی گاؤں خیر پور میں پیدا ہوئے۔ چکوال شہر سے میٹرک کے بعد سلوئی کے مدرسہ مولانا حافظ غلام احمد چشتی میں حفظ قرآن کریم کیا۔ جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی پھر دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ سے شرعی علوم کی تکمیل کی اور اسلامی قوانین میں جامعہ نعیمیہ لاہور سے ڈپلومہ کیا۔ خانقاہ چشتیہ گولڑہ میں حضرت سید غلام محی الدین گیلانی عرف بابو جی (وفات ۱۹۷۴ء) سے بیعت کی اور استاد گرامی مولانا پیر محمد کرم شاہ ازہری کے حکم پر ۱۹۷۷ء سے سیالکوٹ میں تدریس و تبلیغ شروع کی۔ تب سے وہیں مشغول اور جامعہ الفاروق سیالکوٹ کے بانی و پرنسپل ہیں (۳۷)۔

اور وفد کے دوسرے رکن مولانا محمد شفیع بھی علاقہ کہون کے گاؤں مگھال سے تعلق رکھتے ہیں۔ جبکہ مولانا محمد عبدالباری کا وطن ضلع جہلم اور ان دنوں بیرون ملک تبلیغی خدمات

پر مامور ہیں اور وفد کے چوتھے رکن مولانا امداد حسین پیرزادہ ضلع جھنگ کے مقام بلوآنہ میں پیدا ہوئے۔ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ سے تکمیل کے بعد نوری مسجد متصل ریلوے سٹیشن لاہور میں خطیب رہے۔ پھر برطانیہ بھیجے گئے جہاں عظیم درس گاہ جامعہ الکرم قائم کی اور تاحال اس کے پرنسپل ہیں۔ مولانا پیر محمد کرم شاہ ازہری کے اہم شاگرد و خلفاء میں سے ہیں۔ تصانیف میں تفسیر قرآن کریم "امداد الکرم" شامل ہے (۳۸)۔

مدرسہ اسلامیہ غوثیہ چکوال

اس مدرسہ کی بنیاد مولانا مفتی سید محمد زبیر شاہ (وفات ۱۹۹۸ء) نے رکھی اور وہی اس کے صدر مدرس و روح رواں تھے۔ جو ضلع اٹک کے مقام لنگر میں پیدا ہوئے، راولپنڈی کے ایک اسپتال میں وفات پائی اور لنگر میں مزار بنا جہاں ہر سال چار پانچ محرم کو عرس کا اہتمام ہے۔ مدرسہ اسلامیہ اشاعت العلوم چکوال اور پھر جامعہ رضویہ مظہر الاسلام لائل پور (اب فیصل آباد) میں محدث پاکستان مولانا محمد سردار احمد قادری (وفات ۱۹۶۲ء) سے تعلیم مکمل کی نیز اجازت و خلافت پائی۔ ۱۹۷۰ء میں مدرسہ اسلامیہ غوثیہ چکوال قائم کیا جس سے دور دراز کے تشنگان علم سیراب ہوئے۔

مولانا سید محمد زبیر شاہ ہر برس شعبان المعظم کے آخری عشرہ سے رمضان المعظم کے جمعۃ الوداع تک دورۂ تفسیر القرآن پڑھاتے تھے جس میں ملک کے مختلف گوشوں سے علماء و طلباء، وکلاء، دانشور، صحافی و ادیب، ڈاکٹرز اور انجینئرز غرض یہ کہ مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے حضرات شامل ہوتے تھے (۳۹)۔ اس میں ایک روز ختم نبوت و ردِ قادیانیت کے دلائل بیان کرنے کے لیے مختص تھا۔ یہ سلسلہ وفات تک ۳۵ برس جاری رہا۔ (۴۰)

بعدازاں آپ کے فرزند مولانا سید ریاض الحسن شاہ (پیدائش ۱۹۶۱ء) مدرسہ کے سرپرست ہوئے تو ۲۰۱۴ء میں مدرسہ میں ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی جس میں سابق قادیانی اور انجمن طلبہ اسلام لاہور کے کارکن عرفان محمود برق نے خطاب کیا۔

اس مدرسہ کے زیر انتظام نواحی قصبہ بلکسر کے بیرون سنی رضوی جامع مسجد کی تعمیر کے سنگ بنیاد کی مناسبت سے ۲۱ اکتوبر ۲۰۱۲ء کو وہاں تاجدارِ ختم نبوت کانفرنس کا اہتمام مولانا

سید محمد زبیر شاہ کے بھائی مولانا سید محمد انور شاہ کی زیر صدارت اور مولانا سید ریاض الحسن شاہ کی نگرانی میں کیا گیا۔ اس موقع پر خطاب کے لیے مقامی علماء کے علاوہ پنجاب کے دیگر اکابر علماء محدث پاکستان مولانا محمد سردار احمد لائلپوری کے فرزند مولانا صاحبزادہ محمد فضل کریم (وفات ۲۰۱۳ء)، پیر طریقت مولانا محمد عتیق الرحمن فیض پوری، مولانا صاحبزادہ محمد عمر فیض خطیب راولپنڈی مدعو کیے گئے۔

مدرسہ اسلامیہ غوثیہ کی طرف سے اس کے بانی مولانا سید محمد زبیر شاہ کی یاد میں اردو ماہنامہ ''شیخ الحدیث'' نام سے جاری کیا گیا۔ جس میں اس موضوع پر آپ کے دو فرزندان کے مضامین، صدر مدرس مولانا سید ریاض الحسن شاہ کے قلم سے بعنوان ''عقیدہ ختم نبوت ﷺ'' (۴۱) اور مدرس مولانا سید مراتب علی شاہ (پیدائش ۱۹۷۲ء) کا قلمبند کردہ ''ختم نبوت اور قادیانی دجال'' (۴۲) پیش نظر ہیں۔

انجمن طلبہ اسلام چکوال

انجمن طلبہ اسلام پاکستان کا تاسیسی اجلاس ۱۹، ۲۰ جنوری ۱۹۶۸ء کو کراچی میں ہوا (۴۳)۔ جبکہ چکوال ضلع جہلم میں انجمن طلبہ اسلام کا قیام یکم ستمبر ۱۹۷۱ء کو عمل میں آیا۔ انجمن کے مرکزی قائدین اور امجد علی چشتی ولد لطیف احمد چشتی ساکن کامونکی، محمد اقبال اظہری اور ہدایت اللہ مجاہد نے اس شاخ کے محرکین کا کردار ادا کیا۔

چکوال شاخ کے بانیان غلام مصطفےٰ عابد، ملک خلیل الحق قادری اور خان افتخار حسین تھے۔ شاخ کے پہلے ناظم ملک خلیل الحق قادری اور جنرل سیکرٹری غلام مصطفےٰ عابد مقرر ہوئے۔ ان کے بعد غلام مصطفےٰ عابد ناظم اور خلیل الحق قادری جنرل سیکرٹری بنے۔ دیگر ابتدائی عہدیداران اور کارکنان میں ملک عدالت علی، قاضی غلام شیریں، محمد جہانگیر، محمد اسلم، محمد حنیف گوندل، خالد مسعود اعوان، عبداللہ قمر اور عبدالرحیم کے نام ہیں۔ چکوال کا پہلا دفتر ہسپتال روڈ پر کرائے کی جگہ پر قائم ہوا۔ ستمبر ۱۹۷۴ء میں لائبریری کا قیام عمل میں لایا گیا (۴۴)۔

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران انجمن کے راہنماؤں کے خلاف چکوال اور

دیگر شہروں میں ختم نبوت کے موضوع پر تقاریر کرنے کی بنا پر مقدمات درج کیے گئے۔ لاہور ہائی کورٹ کے جسٹس ڈاکٹر نسیم حسن شاہ نے ضمانت قبل از گرفتاری کی درخواست کی سماعت کی (۴۵)۔

انجمن طلبہ اسلام کی چکوال شاخ کے جن رہنماؤں نے قادیانیت کے رد و تعاقب میں نمایاں کردار ادا کیا ان میں اولین اہم نام حاجی غلام مصطفےٰ عابد کا ہے۔ جو شہر کے محلّہ سرپاک میں ایک مذہبی گھرانہ کے فرد تھے۔ بعد ازاں پیشہ کے لحاظ سے بینک مینیجر ہوئے، نیز اپنے والد حاجی اللہ داد خان ولد حاجی غلام غوث کی وفات کے بعد محلّہ کی مسجد خلیفہ کے متولی و منتظم کی ذمہ داری نبھائی۔ آئندہ دنوں میں تحریک منہاج القرآن سے وابستہ رہے جس دوران تحریک کے بانی ڈاکٹر مولانا طاہر القادری (پیدائش ۱۹۵۱ء) آپ کے گھر تشریف لائے (۴۶)۔ حاجی غلام مصطفےٰ عابد نے سینتیس سال کی عمر میں گاڑی حادثہ میں بروز جمعرات ۲۵ مارچ ۱۹۹۰ء کو وفات پائی اور اسی مسجد کے احاطہ میں اپنے والد کے پہلو میں قبر بنی۔ باپ بیٹا دونوں کی قبور کی الواح پر یہ شعر کندہ ہے:

آئے تھے مثل بلبل سیر گلشن کر چلے
سنبھال مالی باغ اپنا ہم مسافر گھر چلے

ڈاکٹر محمد طاہر القادری تعزیت کے لیے آپ کے گھر آئے۔ (۴۶)

حاجی غلام مصطفےٰ عابد تصنیف و اشاعت کی اہمیت و ضرورت سے آگاہ تھے۔ چنانچہ ایک کتابچہ ''حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنوں اور غیروں کی نظر میں'' تالیف کیا جو ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء میں انجمن طلبائے اسلام چکوال کے ناظم اعلیٰ کے طور پر آپ نے ۲۴ صفحات پر طبع کرا کے بلا معاوضہ تقسیم کیا۔

۱۹۷۶ء میں ہی لسانی تعصبات کے خلاف مظاہرہ کرنے پر گورنمنٹ کالج چکوال کی طلبہ یونین کے صدر اور انجمن کے راہنما محمد جاوید ہاشمی تین روز اور مقامی ناظم غلام مصطفےٰ سات روز گرفتار رہے (۴۷)۔

۱۹۷۳ء میں جنم لینے والی تحریک ختم نبوت کی مناسبت سے انجمن نے اگلے چند برس ملک بھر سے ردِ قادیانیت پر مختلف انواع کا مواد طبع کرا کے تقسیم کیا (۴۸)۔ اس ضمن میں

انجمن کی لاہور شاخ کے بانی رکن اور پہلے ناظم پنجاب پروفیسر محمد طفیل سالک کے تحریر کردہ تین کتابچے اہم ہیں، جو سرکاری ملازم تھے۔ چنانچہ شجاع آباد ملتان کے مولانا خدا بخش اظہر (وفات ۲۰۰۱ء) کے فرزند محمد اقبال اظہری جو ۱۹۷۵ء۔ ۱۹۷۶ء تک انجمن کے مرکزی صدر رہے اور ان دنوں جمعیت علماء پاکستان میں ہیں۔ یہ تینوں کتابچے ان کے نام سے طبع کرا کے ملک بھر میں چالیس ہزار کی تعداد میں شائع کیے گئے۔ جن کے عنوان یہ ہیں۔

۱۔ قادیانی کفریات، صفحات ۱۶
۲۔ مرزا قادیانی کی کہانی
۳۔ قادیانی مسئلہ (۴۹)

چکوال شاخ کے ناظم غلام مصطفےٰ عابد نے بھی ستمبر ۱۹۷۵ء اور جولائی ۱۹۷۶ء میں ختم نبوت کے عنوان پر کتابچے شائع کرائے (۵۰)۔ ایڈووکیٹ چوہدری محمد شہزاد کے بقول یہ وہی کتابچے تھے جو قبل ازیں انجمن کے مرکزی صدر محمد اقبال اظہری کے نام سے دیگر مقامات سے شائع کیے گئے تھے۔

انجمن کی چکوال شاخ سے وابستہ اور مرزائیت کے ردو تعاقب میں حصہ لینے والی دوسری اہم شخصیت الحاج ملک خلیل الحق نقشبندی قادری ہیں۔ جو مقامی شاخ کے بانی رکن نیز غلام مصطفےٰ عابد کے عزیز دوست وساتھی تھے لیکن انہوں نے مرزائیت کا تعاقب چکوال کی بجائے دارالحکومت اسلام آباد میں کیا۔

ملک خلیل الحق قادری ۱۷ مئی ۱۹۵۵ء کو چکوال شہر میں پیدا ہوئے اور انجمن طلبہ اسلام کا جو ملک گیر اجتماع اشرف المدارس اوکاڑہ میں منعقد ہوا اس میں خلیل الحق، غلام مصطفےٰ، خان افتخار حسین نے شرکت کی۔ ادھر چکوال کے چھپڑ بازار میں انجمن کا عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی راہ نما مولانا عبدالستار خان نیازی (وفات ۲۰۰۱ء) نے خطاب کیا، اس تاریخی جلسہ کی نقابت خلیل الحق قادری نے کی۔

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران ملک خلیل الحق قادری بسلسلہ سرکاری ملازمت اسلام آباد میں مقیم تھے اور مرکزی میلاد کمیٹی اسلام آباد کے نائب صدر نیز انجمن نوجوانان اہل سنت اسلام آباد کے جنرل سیکرٹری تھے۔ تب ان تنظیموں نے عوامی شعور بیدار

کرنے کے لیے مساجد میں قادیانی افکار و معتقدات کے بیان و تردید پر جلسے منعقد کرنے شروع کیے اور پورے اسلام آباد کی مساجد تک پہنچے۔ جلسہ کے منتظمین ومقررین کا اپنے گھروں کو واپس لوٹنا محال ہو گیا کہ پولیس گرفتاری کے لیے تاک میں رہتی۔ چنانچہ تحریک کے یہ راہ نما دوسرے مقامات پر رات بسر کرتے اور اگلی شام کسی اور مسجد میں خطاب کے لیے پہنچ جاتے۔ ایک روز طے پایا کہ اسلام آباد شہر کی حدود زیرو پوائنٹ سے پیدل جلوس لے کر اسمبلی حال کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کیا جائے گا تاکہ حکومت جلد از جلد قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے۔ ان دنوں قومی اسمبلی کا اجلاس سٹیٹ بینک کی عمارت میں منعقد ہوتا تھا۔ چنانچہ ان تنظیموں اور دیگر عوام پر مشتمل ہزاروں کا جلوس کئی کلومیٹر کا سفر طے کر کے اس عمارت کے قریب جا پہنچا۔ جہاں پولیس نے آگے جانے سے روک لیا۔ تب جلوس کے شرکاء نماز عصر ادا کرنے لگے تو پولیس نے ہوائی فائرنگ شروع کر دی۔ نماز کے بعد شرکاء نے جواباً بھرپور پتھراؤ کیا، یوں پورا دارالحکومت بیدار سڑکوں پر تھا۔ ادھر اسمبلی ہال میں مرزائیت پر بحث جاری اور وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو اس لمحہ اجلاس میں موجود تھے۔ ملک خلیل الحق قادری اس تاریخی جلوس کے نوجوان وسرگرم قائدین میں سے تھے۔

ملک خلیل الحق قادری ۲۰۱۵ء میں چکوال میں آبائی گھر میں مقیم اور خرابی صحت کے باوجود دہشت گردی و بارود آلود فضا کا توازن درست کرنے میں فعال ہیں۔ چنانچہ درود و سلام کی ترغیب وتشویق کے لیے ایک تنظیم ''بزم نور'' قائم کی، جس کے تحت ہر ماہ کی پہلی جمعرات کو محفل نور کا اہتمام ہے۔ نیز ایک چار صفحات کا پمفلٹ ''درود و سلام ونعت خوانی، قرآن حکیم کی روشنی میں'' مرتب کر کے اعلیٰ کاغذ ورنگین کتابت سے آراستہ، مکتبہ غوثیہ مہریہ چکوال سے شائع کرایا۔ نیز اس غرض سے سٹکر طبع کرائے اور پروفیسر زاہد الحسن فریدی پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج تلہ گنگ مدفون علی پور سیداں سیالکوٹ کی تحریر مرتب کر کے ''روبرو سلام بر سید الانام ﷺ'' نام سے بائیس صفحات کے جیبی سائز کے کتابچہ میں شائع وتقسیم کی۔ (۵۱)۔

چکوال میں چوہدری محمد شہزاد کا گھرانہ انجمن کا مقامی طور پر سرپرست ومعاون رہا ہے۔ چکوال کے ہی مشہور قصبہ بلکسر کے قریب گاؤں ماڑی کے باشندہ چوہدری آزاد خان نے

اندرون اسپتال روڈ چکوال میں واقع اپنی زمین پر بطور خاص عمارت تعمیر کر کے ۱۹۸۵ء میں انجمن طلبہ اسلام کے سپرد کی جو اُن کی وفات ۳ دسمبر ۲۰۰۴ء تک انجمن کا دفتر و سرگرمیوں کا مرکز رہی۔ بعد ازاں ان کے فرزند و انجمن کے کارکن چوہدری محمد شہزاد (پیدائش مارچ ۱۹۶۳ء) نے بھی والد گرامی کے اس کارِ خیر کو جاری رکھا اور ۲۰۱۴ء میں نئی تعمیرات کا مرحلہ آیا تو انجمن کو دفتر کے لیے متبادل جگہ فراہم کی۔ چوہدری محمد شہزاد ان دنوں ہائی کورٹ و شریعت کورٹ کے ایڈووکیٹ اور چکوال بار کے رکن ہیں۔

چوہدری شہزاد کے مرزائیت سے متعلق اعمال میں سے ہے کہ مدرسہ اسلامیہ غوثیہ چکوال میں معروف عالم مولانا سید محمد زبیر شاہ کے دورہ تفسیر قرآن کریم کو ملک گیر شہرت حاصل تھی۔ چوہدری شہزاد اس کے حلقات میں حاضر ہوتے رہے اور اس دوران نجی مجالس میں عقیدہ ختم نبوت پر مبنی ان کے دروس و گفتگو کو قلمبند کیا جس کا قلمی نسخہ محفوظ ہے۔ علاوہ ازیں ۱۹۹۷ء میں مسلمانان دوالمیال اور مقامی مرزائیوں کے درمیان مسجد کے تنازعہ پر مقدمہ قائم ہوا تو چوہدری شہزاد مسلمانوں کی طرف سے چکوال کی عدالت میں بطور وکیل پیش ہوتے رہے۔ اور سنی رضوی مسجد بلکسر میں ۱۲ اکتوبر ۲۰۱۲ء کو ”تاجدارِ ختم نبوت کانفرنس“ منعقد ہوئی تو اس کے انعقاد کا اہتمام و انتظام کرنے والی کمیٹی کے سرگرم رکن تھے (۵۲)۔

انجمن طلبہ اسلام سے وابستہ رہنے والے جن اہلیانِ چکوال نے زمانہ طالب علمی کے دوران یا بعد ازاں کسی بھی پہلو سے مرزائیت کے رد و تعاقب میں حصہ لیا ان میں ایک اور اہم نام محقق و مقرر علامہ محمد نوید حیدری کا ہے جو ۱۳ فروری ۱۹۷۶ء کو یہاں کے گاؤں تھوہا بہادر میں پیدا ہوئے اور انجمن کے مرکزی نائب صدر نیز صوبہ پنجاب کے ناظم رہے۔ ان دنوں المصطفیٰ ویلفیئر سوسائٹی (۵۳) کی چکوال شاخ کے صدر نیز ملک کے مشہور نعت خوان خالد حسنین خالد کے ساتھ مل کر چوآ چوک چکوال کے قریب مسجد و مدرسہ المصطفیٰ تعمیر کرائے جو انہی کی نگرانی میں فعال ہیں۔

علامہ محمد نوید حیدری کی ردِ مرزائیت بارے خدمات میں سے ہے کہ موضع وریامال میں مولانا حافظ محمد عبد الرزاق کو ۲۰۰۵ء میں مقدمات کا سامنا کرنا پڑا تو مرزائیت سے متعلق مواد فراہم کرنے میں ان کی اعانت کی اور پاکستان کے دیگر مقامات کے علماء اہل سنت سے

راہ نمائی لی۔ علاوہ ازیں علاقہ میں مرزائیت کے اہم مرکز موضع دوالمیال کی مسجد سید لعل شاہ میں پانچ سے زائد بار ختم نبوت کے موضوع پر خطاب کیا۔ نیز دوسرے مرکز قصبہ بھون میں انجمن محبانِ اہل بیت کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی سالانہ محفل میلاد و نعت میں گزشتہ چھ برس سے اسی موضوع پر خطاب جاری ہے (۵۴)۔

آخر میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اسلام کو سلامتی و بھلائی کا دین تسلیم کرنے اور انہی خطوط پر اپنی سرگرمیاں جاری رکھنے والی تنظیم ”انجمن طلبہ اسلام“ ان دنوں دہشت گردوں کی زد میں ہے۔ چنانچہ ۲۷ مارچ ۲۰۱۲ء کو پی سی ہوٹل چکوال میں ”نظریہ پاکستان طلباء کانفرنس“ منعقد کی گئی۔ کانفرنس شروع ہونے سے قبل چیکنگ کے دوران کانفرنس کی عقب گاہ سے بم اور خود کش جیکٹ برآمد ہوئی جس کی بروقت برآمدگی کے باعث انجمن کا پروگرام کسی بڑے حادثے سے محفوظ رہا۔ کانفرنس سے صدر انجمن اور دیگر راہ نماؤں نے خطاب کیا (۵۵)۔

مباہلہ ۱۹۸۸ء

مرزائی جماعت کے چوتھے پیشوا مرزا طاہر احمد نے جون ۱۹۸۸ء کو لندن سے پوری امت مسلمہ کو مباہلہ کا چیلنج دیا اور اس غرض سے کتابچہ ”مباہلہ کا کھلا چیلنج“ تقسیم کرایا۔ اس چیلنج کو قبول کرتے ہوئے ادارہ منہاج القرآن (۵۶) کے زیر اہتمام و ڈاکٹر مولانا محمد طاہر القادری کی زیر سرپرستی گیارہ و بارہ ربیع الاول ۱۴۰۹ھ مطابق ۲۲ اکتوبر ۱۹۸۸ء کی درمیانی رات کو مینارِ پاکستان لاہور کے زیر سایہ ”ختم نبوت کانفرنس“ منعقد کی گئی۔ جس میں مختلف اسلامی مکاتب فکر کے علماء و مشائخ اور عوام پر مشتمل لاکھوں فرزندانِ توحید، مرزا طاہر یا اس کے نمائندوں سے مباہلہ کے لیے رات بھر میدان میں موجود رہے۔ ضلع چکوال کے عوام و خواص نے بھی اس میں بھرپور شرکت کی، جن میں سے چند نام معلوم ہو سکے جو یہ ہیں۔ مولانا عبداللہ چشتی مرحوم چکوال، مولانا محمد عرفان چشتی چکوال، صاحبزادہ محمد حبیب الرحمٰن سیالوی اور ایڈووکیٹ چوہدری محمد شہزاد، ادھر دوالمیال کے مولانا سید محمد منیر شاہ مشہدی نے یہ چیلنج تحریری طور پر قبول کیا، جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔

بزمِ کاروانِ عشق مصطفےٰ ﷺ تلہ گنگ

حافظ صابر ایوب نقشبندی جو ۱۲ جون ۱۹۷۶ء کو تحصیل تلہ گنگ کے گاؤں کھوئیاں میں پیدا ہوئے وہیں پر مدرسہ قائم و جاری کیا۔ نیز تلہ گنگ شہر میں بچیوں کے لیے جامعہ صدیقیہ تجوید القرآن کے بانی و سرپرست اور جامعہ رحمانیہ نوریہ برائے طلباء کے ناظم اعلیٰ ہیں۔ بزم کاروانِ عشق مصطفےٰ ﷺ بھی حافظ صابر نقشبندی نے قائم کی۔ جس کے تحت ۱۹ ستمبر ۲۰۱۳ء کو پہلی ''تاجدارِ ختم نبوت کانفرنس'' منعقد ہوئی۔ جس میں مقامی علماء کے علاوہ کتاب ''قادیانیت کا پوسٹ مارٹم'' کے مصنف مفتی محمد حنیف قریشی سربراہ شباب اسلامی پاکستان راولپنڈی نے خطاب کیا اور علاقہ کی معروف نقشبندی خانقاہ کوٹ گُلّہ (۵۷) کے سجادہ نشین سید باقر علی شاہ نے صدارت کی۔

علامہ عامر علی سلطانی کے زیر اہتمام تحصیل کلر کہار کے مقام نور پور سے شائع (۵۸) ہونے والے ماہنامہ ''المصطفےٰ'' میں اس کانفرنس کے رنگین اشتہار کو نمایاں جگہ دی گئی (۵۹) جبکہ چند ماہ قبل اس رسالہ میں کھاریاں ضلع گجرات کے علامہ محمد نجم صفدر کا مضمون ''قادیانیت'' پیش کیا گیا تھا (۶۰)۔

اس کی دوسری سالانہ کانفرنس ۲۰۱۴ء میں منعقد ہوئی۔ علاوہ ازیں سابق قادیانی عرفان محمود برق کی ۳۷۶ صفحات پر مشتمل کتاب ''قادیانیت، اسلام اور سائنس کے کٹہرے میں'' نیز ۱۵۲ صفحات پر مشتمل مفتی محمد حنیف قریشی کی ''قادیانیت کا پوسٹ مارٹم'' مختلف اوقات میں تلہ گنگ میں اس بزم کی طرف سے مفت تقسیم کی گئیں۔

یہاں تلہ گنگ سے بارہ کلومیٹر دور گاؤں جھاٹلہ (۶۱) کا واقعہ بھی قابل ذکر ہے جو چند برس قبل پیش آیا اور پچنند کے مرزائی گھرانہ نے جھاٹلہ کے مسلمانوں میں شادی رچانے کی سازش و کوشش کی۔ ان دنوں لاہور کے مفتی محمد سلیم الرضا نوری، جھاٹلہ میں خطیب تھے۔ انہوں نے یہ معاملہ اٹھایا جس پر حافظ صابر نقشبندی اور نواحی خانقاہ چوکھنڈی کے سجادہ نشین و خطیب تلہ گنگ مولانا سلطان شمس العارفین قادری بھی آگے بڑھے اور مرزائی معتقدات کو عوام پر بے نقاب کیا۔ نتیجتاً پچنند کے مرزائی ناکام ہوئے۔ یہ معاملہ اخبارات اور کمپیوٹر انٹر

نیٹ کے صفحات پر آیا۔ (۶۲)

مولانا محمد حفیظ الرحمٰن غزالی (پیدائش ۱۹۶۶ء)

آپ کا تعلق چکوال شہر کے ایسے علمی گھرانہ سے ہے جو چار نسلوں سے دین حنیف کی خدمت میں نمایاں ہے۔ ان کے جد امجد مولانا عبدالرحیم کا ذکر گزر چکا جو موہڑہ نوری کے مرزائیوں سے مناظرہ میں شریک تھے اور مولانا غزالی کے والد مولانا حافظ حکیم محمد اسحاق امام و خطیب مرکزی مسجد حنفیہ رضویہ کے ہاتھ پر چکوال کے ایک مرزائی گھرانہ نے اسلام قبول کیا اور مولانا محمد اسحاق کے فرزند اکبر مولانا صاحبزادہ محمد حبیب الرحمٰن سیالوی کی اس ضمن میں خدمت کا ذکر اس مضمون کے آخر میں ملاحظہ ہو۔

جبکہ منجھلے فرزند مولانا حفیظ الرحمٰن، عالم و حافظ اور دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ سے تکمیل علوم کے بعد جامعہ ازہر قاہرہ سے دعوت و ارشاد، امامت و خطابت کا تین ماہ کا تربیتی کورس کیا۔ پھر ۱۹۹۲ء سے ۲۰۰۳ء تک میر پور آزاد کشمیر کے دارالعلوم گلزار حبیب کے ناظم تعلیمات و وائس پرنسپل رہے اور ۲۰۰۳ء سے تا حال برطانیہ کے شہر برٹن آن ٹرینٹ کی مسجد حنفیہ غوثیہ میں امام و خطیب و مدرس ہیں۔

میر پور میں مرزائی گروہ موجود ہے، چنانچہ وہاں قیام کے دوران مختلف اوقات میں ختم نبوت کانفرنس کا اہتمام و خطاب کیا۔ نیز دارالعلوم کی عمارت میں ایک مرزائی مربی کے ساتھ تین گھنٹوں کی ایک نشست ہوئی۔ جس میں حیات سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور مرزا غلام کے دعویٰ مسیح موعود پر گفتگو ہوئی۔ تبادلہ دلائل کا یہ طویل سلسلہ ابھی جاری تھا کہ نماز ظہر کا وقت ہو گیا اور مربی نے مصروفیات کا بہانہ تراش کر راہِ فرار اختیار کرنے میں ہی عافیت سمجھی۔

آستانہ عالیہ نیریاں شریف آزاد کشمیر کی روحانی خانقاہ کے روح رواں حضرت قبلہ پیر محمد علاء الدین صدیقی نے برمنگھم برطانیہ سے ایک ٹیلی ویژن چینل ''نور'' نام سے شروع کیا۔ اس چینل کے ابتدائی مقاصد میں یہ بات شامل تھی کہ قادیانیوں کے چینل کا جواب ٹیلی ویژن چینل ہی ہو سکتا ہے۔ لہٰذا اس پر اردو اور انگریزی زبانوں میں مختلف دینی و ملی

پروگرام شروع کیے گئے۔

نورچینل پر پوٹھوہاری زبان میں ''گلاں پیاردیاں'' نام سے ہفتہ وار پروگرام پیش کرنا طے پایا تو اس کے میزبان مولانا حفیظ الرحمٰن قرار پائے۔ جنہوں نے ۲۴ اپریل ۲۰۰۸ء کو اس کا پہلا پروگرام پیش کیا۔ کچھ عرصہ بعد مرزائیوں نے براہِ راست فون کر کے اپنی شرارتوں کا آغاز کردیا۔ چنانچہ مولانا حفیظ الرحمٰن نے پروگرام کے نام کے تناظر میں دھیمے لہجہ میں احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ انجام دیا۔

بعد ازاں نورچینل پر اردو پروگرام ''انوارِ شریعت'' نام سے بطور میزبان شروع کیا جس میں بطور مہمان گفتگو کے لیے علامہ عبدالغفور الوری اور علامہ محمد دین سیالوی کی خدمات حاصل کی گئیں ۔ اس ہفتہ وار پروگرام میں ناظرین کو فون پر براہِ راست ہمہ جہات سوالات کی سہولت دی گئی تھی۔ آہستہ آہستہ قادیانیوں نے اس پروگرام کو اپنا ہدف بنالیا اور مرزا کی جھوٹی نبوت کو سچا ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ لیکن مولانا حفیظ الرحمٰن کے مزید تشریحی سوالات کی روشنی میں مذکورہ علماء نے اسلامی عقائد کی خوب وضاحت اور دفاع کیا۔

کچھ عرصہ بعد آستانہ عالیہ حضرت سلطان باھو کے چشم و چراغ حضرت پیر سلطان فیاض الحسن قادری کی زیرنگرانی لندن سے ''تکبیر'' ٹیلی ویژن چینل کا آغاز ہوا۔ جس پر ایک ہفتہ وار پروگرام ''تفہیم المسائل'' شروع کیا گیا تو مولانا حفیظ الرحمٰن غزالی کو میزبان اور علامہ محمد دین سیالوی کو مہمان کے طور پر لیا گیا۔ دو گھنٹے دورانیہ کا یہ پروگرام عصرِ حاضر کے پیش آمدہ دینی مسائل کے متعلق تھا۔

مگر ۲۹ مئی ۲۰۱۰ء کو اس پروگرام نے نئی کروٹ لی، کیونکہ اس روز قادیانیوں نے سوالات کی بوچھاڑ کردی۔ یہیں سے یہ پروگرام ختم نبوت کے حوالہ سے ایک معرکۃ الآراء آوازِ حق کے طور پر ابھرا اور پھر ''ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان'' کی شکل اختیار کر گیا اور نہ صرف برطانیہ بلکہ یورپ کے دیگر ممالک سے بھی قادیانیوں نے اس پروگرام پر تیراندازی شروع کردی۔ اس پر میزبان مولانا حفیظ الرحمٰن و مہمان علامہ محمد دین سیالوی نے بھی مرزائیوں کو اسی لب و لہجہ میں مسکت جوابات دیئے۔ حتیٰ کہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ

قادیانیوں کے موجودہ پیشوا مرزا مسرور احمد (پیدائش ۱۹۵۰ء) نے مرزائی ٹیلی ویژن چینل MTV پر یہ بات براہِ راست اپنے ماننے والوں سے کہی کہ تکبیر چینل پر ''تفہیم المسائل'' کے نام سے جو پروگرام ٹیلی کاسٹ ہوتا ہے اسے مت دیکھا کرو۔ نیز اس پروگرام میں فون بھی نہ کیا کرو۔ کیونکہ پروگرام کرنے والے بڑے ہی شاطر لوگ ہیں، وہ آپ لوگوں کو سادگی کی وجہ سے بہکا دیتے ہیں۔

تکبیر چینل کے اس پروگرام کی دھوم چہار دانگ عالم میں مچ گئی اور کئی قادیانی گھرانوں نے اپنے بچوں سمیت براہِ راست ٹیلی فون پر مرزائیت سے توبہ کر کے سرکار مدینہ ﷺ کی غلامی کا طوق اپنے زیب گلو کیا اور پروگرام کے میزبان مولانا محمد حفیظ الرحمٰن اپنے مہمان مولانا محمد دین سیالوی سے گزارش کرتے کہ وہ ان نومسلموں کو کلمہ پڑھانے کی سعادت حاصل کریں۔ البتہ ۲۹ جنوری ۲۰۱۱ء کو اٹلی سے ایک شہناز نامی خاتون کو مولانا حفیظ الرحمٰن نے قادیانیت سے توبہ اور حلقہ بگوش اسلام کرنے کی سعادت پائی۔

۲۶ مارچ ۲۰۱۱ء کے دن مرزائیت کے ایک پرانے مربی شمشاد قمر نے فرینکفرٹ جرمنی سے پروگرام تفہیم المسائل میں براہِ راست فون کر کے مولانا حفیظ الرحمٰن سے روتے ہوئے کہا:

> ''آپ چونکہ حافظ قرآن ہیں، آپ مجھے کلمہ شریف پڑھا کر دائرہ اسلام میں داخل کریں۔ میں اپنے بیس اہل خانہ کے ساتھ قادیانیت کو چھوڑ کر اسلام میں داخل ہونا چاہتا ہوں۔ میں نے بہت عرصہ تک لوگوں کو گمراہ کیا اور ان کی مجبوریوں سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے انہیں قادیانی زندان میں داخل کرتا رہا، آج اللہ تعالیٰ نے میری آنکھوں کے پردے ہٹا دیئے ہیں۔ میں اسلام قبول کرنے کا اعلان کرتا ہوں''۔

تکبیر چینل پر شمشاد قمر کے قبول اسلام کے اعلان سے مرزائی مرکز کو سخت پریشانی لاحق ہوئی چنانچہ ایک شخص کو دوسرے ہی دن لندن طلب کر کے مرزائی ٹیلی ویژن چینل کے سٹوڈیو میں بٹھا کر اس کو شمشاد قمر ظاہر کیا اور یہ اعلان کیا کہ شمشاد قمر تو یہ بیٹھا ہے، یہ تو ابھی تک قادیانی ہی ہے اور کل تکبیر چینل والوں نے جو کچھ دکھایا سنایا ہے وہ سب فراڈ تھا۔

مرزائی چینل کی اس کارروائی کے جواب میں مولانا حفیظ الرحمٰن اور مولانا محمد دین سیالوی نے تفہیم المسائل کی آئندہ نشست میں کہا کہ فون پر قادیانیت چھوڑ کر اسلام قبول کرنے والوں کے ہم نہ تو چہرے پہچانتے ہیں اور نہ ہی انہیں ذاتی طور پر جانتے ہیں۔ اس بات کی تسلی کرنا ہمارا کام و مذہبی ذمہ داری نہیں اور نہ ہی یہ ضروری و لازم ٹھہرا کہ ایسے فون کرنے والے ہر فرد کے بارے میں معلومات حاصل کر کے آپ کو یقین دلائیں کہ کون کہاں سے مرزائیت کے عفریت کے چنگل سے نکل کر اسلام کے دامن رحمت میں آ گیا ہے۔

''تفہیم المسائل'' پروگرام کے دوران ایک روز ایک قادیانی نے فون کیا تو میزبان مولانا حفیظ الرحمٰن غزالی نے اس سے پوچھا، کیا آپ کی رسائی اعلیٰ قادیانی ایوان یعنی مرزا مسرور تک ہے یا نہیں۔ اس نے جواب دیا بالکل رسائی ہے۔ اس پر مولانا حفیظ الرحمٰن نے کہا، میں آپ کے توسط سے تکبیر چینل سے براہِ راست آپ کے خلیفہ مرزا مسرور کو چیلنج کر رہا ہوں۔ وہ آئیں اور اس چینل پر براہِ راست مجھ سے مباہلہ کریں۔ کروڑوں لوگ یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے تو انہیں پتا چل جائے گا کہ آپ کے خلیفہ صاحب سچے ہیں، یا نبی کریم ﷺ کے یہ غلام سچے ہیں۔ اس پر وہ آئیں بائیں شائیں کرنے لگا (۶۳)۔

چکوال میں مرزائیت

کسی بھی نئی اعتقادی فکر کے پھیلاؤ میں غربت، جہالت، ناقص و مغرب زدہ نظام تعلیم اور انسان کے مزاج میں در آئی شدت و ردِ عمل بنیادی عوامل ہوتے ہیں۔ خطہ چکوال پر مرزائی فکر کی آمد و رواج کو دیکھا جائے تو حسب ذیل تین اہم اسباب و وجوہات ہیں۔

۱- چکوال سے نزدیک ضلع سرگودھا کے تاریخی شہر بھیرہ میں علماء اور اطباء کا مشہور خاندان تھا اور علاقہ بھر کے شائقین علم طب کے حصول و تربیت کے لیے بھیرہ کا رخ کرتے۔ حکیم نورالدین بھیروی اسی خاندان کے فرد، غیر مقلد عالم اور نامور طبیب تھے، جو بھیرہ اور جموں کشمیر مقیم رہے اور دور دراز کے طلباء پیشہ طب میں مہارت کے لیے ان کی قیام گاہ کا رخ کرتے تھے۔ حکیم نورالدین پر مرزائی فکر غالب آئی تو خاندان سمیت قادیان کی

راہ لی، جہاں مرزا کی موت کے بعد جماعت کے پہلے سربراہ و جانشین ہوئے تا آنکہ ۱۹۱۴ء میں وفات پائی۔ اس استاذ کی محبت و عقیدت میں بعض طلباء و علماء، اسلام سے نکل گئے اور اپنے گھروں کو واپس گئے تو یہ فکر دوسروں تک پہنچائی۔

۲- برطانوی فوج اور پھر قیام پاکستان کے بعد اعلیٰ سرکاری مناصب تک پہنچنے والے مرزائی افسران کے ذریعے بے روزگار اور کم علم و مفلس مسلمانوں کو ملازمت و شادی کا جھانسہ و لالچ دے کر اس جانب مائل کرنے کا سلسلہ چل نکلا۔

۳- معاشرہ کے عام افراد جو بسلسلہ ملازمت و روزگار قادیان یا ربوہ رہے تو مقامی فضا و تبلیغ سے متاثر ہوئے۔

جیسا کہ اس تحریر کے آغاز میں عرض کیا گیا کہ مرزائی افکار، خطہ چکوال میں مرزا غلام کی زندگی میں ہی پہنچ گئے تھے۔ چنانچہ مرزا کی بیعت کرنے والے افراد کے ناموں کی خود مرزائی جماعت کی جاری کردہ چار فہارس راقم کے سامنے ہیں۔ جن میں بیس کے قریب افراد کا تعلق آج کے ضلع چکوال سے تھا، جو حسب ذیل مواضعات کے باشندے تھے۔ بوچھال کلاں، پھویر علاقہ ڈوہمن، چکوال شہر، دوالمیال، ڈنڈوت، سرکال کسر، کھیوال، ملک وال علاقہ تلہ گنگ، منارہ اور ہسولہ (۶۴)۔

بعد ازاں یہاں کے دیگر مقامات بھون، پچنند، چکراں، چک نورنگ، چوہان، دھرکنہ، ڈلوال، ڈھیری سیداں، رتوچھ، کلرکہار، کوٹ راجگان نزد چھمبی، ملوٹ اور وریامال نزد کریالہ میں پہنچے اور آج ۲۰۱۵ء میں بھون، پچنند، چکوال، دوالمیال اور رتوچھ میں مرزائی مراکز و عبادت گاہیں موجود ہیں۔

۱۹۳۱ء میں صوبہ پنجاب میں تناسب اقوام و مذاہب کی بنیاد پر مردم شماری ہوئی تو چکوال کے سابق ضلع جہلم کے حسب ذیل ارقام جاری کیے گئے؛

اہل سنت و جماعت:	۴۲۰۷۷۱
مرزائی:	۱۵۱۳
غیر مقلدین:	۷۵۷
چکڑالوی، منکرین حدیث	۸

شیعہ:	۱۹۰۵۶۰	
ہندو:	۲۶۰۶۸	
سکھ:	۲۲۰۳۰	
عیسائی:	۶۷۲	(۶۵)

مرزا غلام احمد قادیانی خطہ چکوال پر خود نہیں آیا البتہ اس کا بیٹا اور مرزائی جماعت کے دوسرے پیشوا مرزا بشیر محمود (وفات ۱۹۶۵ء) نے ۱۹۱۴ء میں یہاں کا پانچ روزہ دورہ کیا اور ۲۷ جنوری کی شام کو چکوال پہنچا اور اگلے روز جلسہ میں خطاب کیا پھر ۲۹ جنوری کو چکوال سے راولپنڈی جانے والی سڑک پر تقریباً بارہ کلومیٹر فاصلہ پر واقع گاؤں چک نورنگ میں وعظ کیا اور ۳۰ جنوری کو نواحی گاؤں چوہان میں جمعہ کے روز کی عبادت کی نیز لیکچر دیا پھر اگلے روز بذریعہ ریل جہلم کی راہ لی (۶۶)۔ مرزا بشیر محمود ۱۹۴۰ء میں پھر چکوال آیا (۶۷)

قیام پاکستان کے موقع پر قادیان میں انجمن احمدیہ کے زیر اہتمام تین سو تیرہ افراد پر مشتمل رضا کاروں اور درویشوں کی ایک جماعت تشکیل دی گئی جو مرکز کو پاکستان منتقل کرنے پر مامور تھے۔ یہ لوگ آخری مرحلہ تک وہیں رہے اور پھر بچا کھچا سامان، خواتین و بچے اور مرزائی کتب خانہ منتقل کرنے کے بعد ۱۹۴۷ء کے آخر میں پاکستان آئے۔ اس جماعت میں پانچ افراد ضلع چکوال کے مقامات دوالمیال، رتوچھ، کلر کہار، ملوٹ اور وریامال کے باشندے تھے۔ مرزائی رضا کاروں کے اس جتھہ کا سربراہ و نگران بھی ضلع چکوال کا باشندہ تھا (۶۸)۔

دوالمیال

آج کی دنیا بھر میں مرزائی فکر کے اہم مراکز قادیان، ربوہ، دوالمیال، صیہونی ریاست اسرائیل کے شہر حیفا کے نزدیک گاؤں کبابیر اور لندن کے نواح میں واقع عالمی مرکز جہاں جماعت مرزائیہ کا سربراہ مرزا مسرور احمد مقیم ہے۔ دوالمیال نامی گاؤں ضلع چکوال کے شہر چوآسیدن شاہ سے مغربی سمت میں تقریباً دس کلومیٹر فاصلہ پر واقع ہے جو پورے پاکستان میں فوجی خدمات کی بنیاد پر سب سے اول و نمایاں ہے۔ اس میں کوئی گھر ایسا نہیں

جہاں صوبیدار میجر سے کم کا افسر ہو اور لاتعداد باشندے، جنرل، بریگیڈیئر، کرنل و میجر وغیرہ اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے (۶۹) یہاں کے مسلمان لیفٹیننٹ جنرل ریٹائرڈ محمد صفدر (پیدائش یکم اگست ۱۹۳۴ء) جنرل پرویز مشرف کے دورِ حکومت میں صوبہ پنجاب کے گورنر تعینات رہے (۷۰)

دوالمیال میں مرزائی افکار کی درآمد و فروغ میں تین نام اہم و نمایاں ہیں۔ ایک مولوی حکیم کرم داد، دوسرا سردار بہادر کپتان غلام محمد اور تیسرا صوبیدار فتح محمد ملک اور یہ تینوں مقامی باشندے مرزا غلام احمد قادیانی کے حواری و صحبت یافتہ تھے۔

ان میں اول الذکر یعنی حکیم کرم داد، مرزا کے پہلے جانشین حکیم نورالدین بھیروی کا شاگرد اور مصنف نیز دوالمیال میں ذاتی دواخانہ (۷۱) اور اہم مبلغ تھا (۷۲) مرزا غلام کی زندگی میں جماعت کا آخری سالانہ جلسہ دسمبر ۱۹۰۷ء کو قادیان میں منعقد ہوا جس میں شرکت کے لیے سب سے پہلے قادیان پہنچنے والی جماعت دوالمیال کی تھی جو اپنے امیر مولوی کرم داد کے ہمراہ پہنچی (۷۳)۔

مرزائی حلقوں میں کرم داد کی اہمیت اس سے ظاہر ہے کہ ضلع گجرات کی تحصیل پھالیہ کے مقام ہریا میں مسلمانوں اور مرزائیہ کے درمیان ۱۸ تا ۱۹ اکتوبر ۱۹۲۴ء کو مناظرہ منعقد ہوا تو پہلے روز شیخ الجامعہ مولانا غلام محمد گھوٹوی چشتی (وفات ۱۹۴۸ء) نے مسلمان جماعت کی صدارت کی اور مولانا مفتی غلام مرتضیٰ میانوی (وفات ۱۹۲۸ء) مناظر مقرر ہوئے۔ ادھر فریق مخالف کی طرف سے پہلے روز حکیم کرم داد دوالمیالوی نے صدارت کی (۷۴)۔

دوالمیال میں مرزائیت کی تاریخ کے دوسرے اہم فرد کپتان غلام محمد برطانوی فوج میں اس گاؤں و علاقہ کے پہلے کمشنڈ آفیسر آنریری کیپٹن تھے، جن کے خاندان کا ہر فرد فوج میں تھا (۷۵) اور انگریز حکام کی جانب سے ''سردار بہادر'' کے خطاب یافتہ تھے۔ پہلی جنگ عظیم ۱۹۱۴ء سے ۱۹۱۹ء تک پانچ سال لڑی گئی۔ اس جنگ میں لڑنے والی برطانوی فوج میں سب سے زیادہ تعداد سکاٹ لینڈ کی ایک بستی کے ۵۲۱ فوجی تھے۔ دوسرے نمبر پر براعظم ایشیاء کے موضع دوالمیال کے ۴۶۰ افراد تھے۔ ایک بستی کی اتنی بھاری تعداد پر برطانیہ نے تمام دولت مشترکہ میں سے سکاٹ لینڈ کی بستی اور دوالمیال کو توپ دینے کا اعلان کیا اور یہ

دونوں توپیں جنگ عظیم اول میں استعمال ہوئی تھیں۔ چنانچہ حکومت برطانیہ نے ستمبر ۱۹۲۵ء میں توپ جہلم ڈی سی آفس میں پہنچا دی (۷۶) کپتان غلام محمد جنگ عظیم میں شامل اس گاؤں کے سینئر ترین آفیسر تھے جنہوں نے اس انعام کو حاصل کر کے جہلم سے لا کر ۱۹۲۵ء میں دوالمیال میں نصب کیا (۷۷) اکتوبر ۱۹۲۵ء میں برطانوی ہند کے انگریز کمانڈر انچیف سر برووڈ خود دوالمیال آئے اور اپنی نگرانی میں تالاب کے شمالی کنارے دمدمہ پر توپ نصب کرائی۔ اس موقع پر دوالمیال کے تمام سردار آفیسر بھی موجود تھے۔ یہ توپ تا حال وہیں موجود ہے۔ (۷۸)

مرزائی جماعت کی اہم شخصیات پر مشتمل بائیس رکنی وفد نے مرزا غلام احمد کے بیٹے کی قیادت میں ۲۶ مارچ ۱۹۳۴ء کو دہلی میں وائسرائے ہند لارڈ ولنگڈن سے ملاقات کی۔ چودھری ظفر اللہ خان جو بعد ازاں پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ بنائے گئے، اس وفد میں شامل تھے۔ علاوہ ازیں دوالمیال کے دو افراد سردار بہادر کیپٹن غلام محمد اور صوبیدار فتح محمد خان وفد میں شریک تھے۔ اس موقع پر وفد کی جانب سے جو سپاسنامہ پیش کیا گیا اس کا اردو متن نیز ممبران وفد کے نام ''الفضل'' میں نمایاں طور پر شائع کیے گئے۔ (۷۹)

صوبیدار فتح محمد ملک، دوالمیال میں مرزائیت کی بنیاد رکھنے والے تیسرے اہم فرد ہوئے جو وائسرائے ہند سے دہلی میں ملاقات کرنے والے مرزائی وفد میں بھی شامل تھے۔ قبل ازیں اکتوبر ۱۹۲۵ء میں توپ تنصیب کی تقریب میں شرکت کے لیے برطانوی ہند افواج کے کمانڈر انچیف دوالمیال آئے تو اس موقع پر صوبیدار فتح محمد ملک موجود تھے۔ جنہوں نے اپنے جواں سال بیٹے نذیر احمد کی کمانڈر انچیف سے ملاقات کرائی اور فوج میں بھرتی کرنے کے لیے کہا، چنانچہ کمانڈر انچیف نے نذیر احمد پر انگریزی میں چند کلمات کا تبادلہ کیا اور جمعدار بھرتی کر لیا (۸۰) یہی نذیر احمد آگے چل کر پاکستانی فوج میں میجر جنرل کے عہدہ تک پہنچا اور مرزائیت کی تاریخ کا اہم ستون ہوا۔

جنرل نذیر احمد نے انگلینڈ کی ملٹری اکیڈمی میں ٹریننگ حاصل کی اور جب ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان بنا تو جہلم چھاؤنی میں بریگیڈیئر تھے جہاں سے لاہور چھاؤنی کے کمانڈر تعینات کیے گئے۔ یکم جنوری ۱۹۴۸ء کو قائد اعظم نے یہاں کا دورہ کیا اور افسران سے

خطاب فرمایا تو جنرل نذیر احمد نے آپ کو سلامی پیش کی۔ پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ و مشہور مرزائی چودھری ظفر اللہ خان چین میں سفیر تھے تو جنرل نذیر ان کے ملٹری سیکرٹری رہے۔ پھر گورنر پنجاب امیر محمد خان نے لاہور کارپوریشن کا چیئرمین مقرر کیا۔ تب ملکہ برطانیہ الزبتھ ٹیلر کے اعزاز میں شالامار باغ لاہور میں شاندار دعوت دی۔ اگست ۱۹۶۴ء میں دل کا دورہ پڑا جو جان لیوا ثابت ہوا اور ربوہ میں دفن ہوئے۔ جنرل نذیر احمد تیرہ سے زائد دیہاتوں پر مشتمل علاقہ کہون کے پہلے جنرل تھے۔ (۸۱) جنرل نذیر کی شخصیت کا یہ پہلو بھی قابل ذکر ہے کہ ۱۹۵۱ء کے راولپنڈی سازش کیس میں شامل تھے (۸۲) ان کی پہلی شادی دوالمیال میں ہوئی پھر مرزا غلام احمد قادیانی کے وطن سے نزدیک شہر گورداسپور کے مرزائی پولیس آفیسر راؤ شمشیر علی کی بیٹی سے دوسری شادی و اولاد ہوئی۔

صوبیدار فتح محمد ملک کے جنرل نذیر احمد کے علاوہ مزید چار بیٹے اور سبھی مرزائی ہوئے ۔ ایک بیٹا ظہور احمد نامی تھا جو پیدائشی مرزائی اور اس نے یکم نومبر ۱۹۳۶ء کو بعمر تیس سال وصیت کی کہ میں تا حیات اپنی آمدن کا دسواں حصہ داخل خزانہ انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا اور مرنے کے بعد میری جس قدر جائیداد ہوگی اس کے مذکورہ حصہ کی مالک بھی انجمن ہو گی۔ (۸۳)

دوالمیال میں مرزائیہ کے دیگر قائدین میں قاضی عبدالرحمٰن (۸۴)، حافظ شہباز، ملک نور الحق (۸۵) اور آنریری لیفٹیننٹ لال خان اہم ہیں۔

یہاں کے متعدد افراد نے مرزا کی زندگی میں ہی اس کے افکار و دعاوی قبول کیے اور ''صحابہ'' میں سے ہوئے، ایسے سات افراد کے نام پیش نظر ہیں (۸۶) اور ۱۲ اپریل ۱۹۱۴ء کو مرزائی شوریٰ کا اجلاس قادیان میں مرزا بشیر محمود کی صدارت میں منعقد ہوا، جس میں ہندوستان بھر سے ڈیڑھ سو سے زائد نمائندوں نے شرکت کی۔ اس اجلاس میں ضلع چکوال کا ایک آدمی شریک جو دوالمیال کا باشندہ تھا (۸۷) اور قیام پاکستان کے مرحلہ پر مرکز کو قادیان سے پاکستان منتقل کرنے کے لیے تین سو تیرہ رضا کاروں کی جو جماعت قادیان میں معاملات سنبھالے ہوئے تھی۔ اس جماعت کے سربراہ و نگران دوالمیال کے ایک سابق کپتان تھے (۸۸) اور گزر چکا کہ مرزائی گروہ کا سالانہ جلسہ دسمبر میں قادیان میں منعقد ہوتا

تھا۔ چنانچہ ۱۹۰۷ء کا جلسہ جو مرزا کی زندگی میں اس نوع کا آخری اجتماع تھا۔ اس میں شرکت کے لیے دوالمیال کا وفد اپنے امیر مولوی کرم داد کے ہمراہ سب سے پہلے قادیان پہنچا۔ نیز ۱۹۳۴ء میں مرزائی قیادت کے جس اعلیٰ سطحی وفد نے وائسرائے ہند سے دہلی میں ملاقات کی، ان میں دو افراد دوالمیال کے تھے۔

پاکستان آزاد و قائم ہوا تو مرزا غلام کا مسکن و مدفن مشرقی پنجاب کا قصبہ قادیان نئے ہندوستان کی حدود میں شامل ہوا اور مرزائی گروہ اپنے دوسرے پیشوا مرزا بشیر سمیت پاکستان آ گیا۔ جہاں نئے مرکز کے طور پر مغربی پنجاب کے شہر چنیوٹ کے نزدیک ''ربوہ'' نام سے آبادی کی بنیاد رکھی گئی۔ چنانچہ ۲۰ ستمبر ۱۹۴۸ء کو ربوہ کی افتتاحی تقریب مرزا بشیر کی صدارت میں منعقد ہوئی، جس میں ۶۱۹ مرد و خواتین نے شرکت کی۔ ان میں ضلع چکوال کے دو مرزائی شریک تھے جن میں سے ایک دوالمیال کا تھا (۸۹)۔ اگلے برس یعنی دسمبر ۱۹۴۹ء میں قادیان میں سالانہ اجتماع کا وقت آیا تو پاکستان سے مرزائیہ کا پچاس رکنی وفد اس میں شرکت کے لیے قادیان گیا۔ یہ قیام پاکستان کے بعد اس مناسبت سے پہلا وفد تھا۔ اس میں خطہ چکوال کا ایک آدمی شامل جو موضع دوالمیال کا تھا (۹۰)۔

گویا مرزا غلام کے دعاوی باطلہ سامنے آتے ہی دوالمیال میں حکیم نور الدین بھیروی کے شاگرد اور انگریزی فوج کے گماشتے اس خطہ میں مرزائی افکار کے مؤید و نمائندہ اور سرگرم کارکن ہوئے۔ یہ سرگرمیاں آج بھی جاری ہیں، چنانچہ ان دنوں فرحان ماڈل سکول دوالمیال کے سابق پرنسپل اور الحبیب سی این جی دوالمیال کے مالک ریاض احمد ملک نے تحقیق و اشاعت کے لیے دوالمیال میں دو ادارے سالٹ رینج آرکیالوجیکل اینڈ ہیریٹیج سوسائٹی اور فرحان ایجوکیشنل سوسائٹی ناموں سے قائم کیے جو مولوی کرم داد مرزائی گھرانہ کے احوال و آثار شائع کر رہے ہیں۔ چنانچہ ۲۰۱۳ء میں دو کتب سامنے آئیں۔ مولوی کرم داد کے مرزائی بھانجا ڈاکٹر گل محمد اعوان خاموش کا شعری مجموعہ ریاض احمد ملک نے تحقیق و ترتیب دے کر ''دردِ دل'' نام سے سالٹ رینج آرکیالوجیکل سوسائٹی کی طرف سے شائع کی۔ اس مجموعہ میں ریاض احمد ملک کے تین اعمال قابل ذکر ہیں۔

پہلا: آغاز میں دوالمیال کے متعدد مرزائی مشاہیر کی رنگین تصاویر شامل کیں، جن

میں میجر جنرل نذیر احمد ملک، کپتان غلام محمد ملک، مولوی کرم داد، میجر حبیب اللہ خان ملک، کیپٹن ظہور احمد کی تصاویر شامل ہیں۔

دوسرا: اس شعری مجموعہ کا انتساب شاعر کے ماموں مولوی کرم داد کے نام کیا جس کے ساتھ اسلامی القاب لکھے جو دو سطور پر مشتمل ہیں۔

تیسرا: شاعر کے حالات پیش کیے جہاں عنوان کے ضمن میں یہ لکھا:

''علاقہ کہون کے پہلے مسلمان ڈاکٹر''

جبکہ اس شعری مجموعہ میں میجر جنرل نذیر احمد کی مدح میں شاعر کا موزوں کردہ قصیدہ (۹۱) دوالمیال کے چند مرزائی زعماء کا مرثیہ (۹۲) اور مولوی کرم داد کا مرثیہ (۹۳) شامل ہیں۔

دوسری کتاب ''شرافتِ منصور'' شائع کی گئی جو ڈاکٹر گل محمد کے پوتا ڈاکٹر منصور احمد کے طنز و مزاح پر مبنی افسانوں کا مجموعہ ہے۔ علاوہ ازیں ریاض احمد ملک نے چکوال میں احمدیت کی تاریخ پر کتاب لکھی (۹۴) جو تا حال شائع نہیں ہوئی۔

دوالمیال میں اگر ایک جانب مرزائی فکر کی تبلیغ و اشاعت ہر دور میں جاری و نمایاں رہی اور لوگوں کو اس جانب راغب کرنے کے لیے ملازمت، شادی اور قرض کی فراہمی و معاونت کی پیش کش جیسے حربے غریب و ضرورت مند مسلمانوں پر آزمائے گئے۔ تو دوسری جانب مسلمانوں نے بھی اس کے تعاقب و محاسبہ میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی۔ اس ضمن میں عامۃ المسلمین کی استقامت و معاونت اور مولانا سید لعل شاہ نیز ان کی نسل کے دیگر افراد کا کردار و قیادت بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

مولانا سید لعل شاہ مشہدی کاظمی کا سال پیدائش معلوم نہیں ہو سکا جبکہ تقریباً ایک سو سال کی عمر میں ۱۹۴۷ء میں وفات پائی اور دوالمیال کے خاندانی احاطہ قبور میں مزار واقع ہے۔ اساتذہ میں والد مولانا سید رسول شاہ کے علاوہ مولانا غلام حسین چکوالوی، مولانا غلام قادر بھیروی لاہور، مولانا عبدالعزیز بگوی بھیروی اور مولانا قاضی مفتی غلام محی الدین پشاوری اہم نام ہیں اور چشتی سلیمانی سلسلہ میں خانقاہ میرا شریف کے خواجہ احمد سے خلافت پائی۔ آپ علاقہ میں علماء کے سرتاج، درویش صفت، مرشد، مفتی، شاعر، مبلغ و مناظر اور مصنف

تھے۔(۹۵)

عارف باللہ مولانا سید لعل شاہ عمر بھر دوالمیال میں گوشہ نشین رہے اور مرزائیت کے ردو تعاقب کی ذمہ داری خوب نبھائی۔ ان کے بارے میں فتاوے جاری کیے، مضامین و کتاب لکھی، مناظرے، مباہلہ اور مقدمات کا سامنا کیا اور اولاد کو اسی نہج پر ڈالا۔

چنانچہ مرزا غلام کی زندگی میں ہی دوالمیال کے مرزائیوں نے مسجد میں علیحدہ نماز جمعہ قائم کرنے کے لیے عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا۔ مسلمانوں کی طرف سے پیروی مولانا سید لال شاہ نے کی اور ۹ فروری ۱۹۰۷ء کو اسسٹنٹ کمشنر تحصیل پنڈ دادنخان نے فیصلہ شاہ صاحب کے حق میں سنایا اور مرزائیوں کو حکم ملا کہ وہ اس مسجد میں جماعت نہیں کرا سکتے۔

پہلی جنگ عظیم کے دوران تقریباً ۱۹۱۷ء میں دوالمیال کے مرزائیوں نے آپ کے خلاف درخواست دائر کی کہ آپ کہتے ہیں کہ انگریزوں کی نوکری کرنی حرام ہے اور جو مسلمان لڑائی یورپ میں مارے جا رہے ہیں یہ بھی کفر کی موت مر رہے ہیں۔ نیز حکومت کی جانب سے دوالمیال میں جلسہ پر پابندی ہے لیکن حکم کی پرواہ نہ کرتے ہوئے دوالمیال میں جلسہ کرایا۔ اس درخواست کی تین نقول تیار کیں۔ ایک اسسٹنٹ کمشنر پنڈ دادنخان، دوسری سپرنٹنڈنٹ پولیس جہلم اور تیسری ڈپٹی کمشنر جہلم کو بھیجی گئی۔ جہلم سے انسپکٹر پولیس کی تار آئی کہ لعل شاہ کو گرفتار کر کے عدالت میں پیش کرو۔ انسپکٹر صاحب، اسسٹنٹ کمشنر پنڈ دادنخان سے مشورہ کر کے دوالمیال آئے اور دونوں فریق کے تین تین آدمیوں کا چالان کر کے اسسٹنٹ کمشنر کی عدالت میں لے گئے، جس نے آپ کو جہلم بھیج دیا۔ ان دنوں سپرنٹنڈنٹ پولیس صادق علی قادیانی تھا۔ ڈپٹی کمشنر نے سپرنٹنڈنٹ کو کمرۂ عدالت سے باہر رہنے کا حکم دیا اور پھر کہا! شاہ صاحب میں بڑا خوش ہوں گا کہ آئندہ مذہبی معاملہ دوالمیال کا میرے پاس نہ آئے۔

چند برس بعد دوالمیال میں حکیم کرم داد مرزائی نے آواز اٹھائی کہ اگر حیات سیدنا عیسیٰ ثابت کر دیں تو میں مرزا کو کافر اور سب دعووں میں جھوٹا مان لوں گا۔ چنانچہ بات مناظرہ تک پہنچی اور ۱۶ مارچ ۱۹۲۴ء کو علاقہ کے مرکزی مقام چوآ سیدن شاہ میں حضرت سیدن شاہ شیرازی کے وسیع احاطہ مزار میں مناظرہ طے پایا۔ مسلمانوں کی طرف سے مولانا حاجی

عبدالواحد علمبردار لاہوری صدر مناظر اور مولانا سید لعل شاہ دوالمیالوی نیز قاضی فضل احمد لدھیانوی معاونین مقرر ہوئے۔ مرزائی گروہ کی جانب سے حکیم کرم داد مناظر اور فتح محمد نمبردار نیز محمد بخش بافندہ معاون ہوئے۔ اختتام مناظرہ پر انسپکٹر پولیس مہر خان نے مسلمانوں کے دلائل کی تائید کی اور مرزائی اپنا موقف ثابت کرنے میں بری طرح ناکام ہوئے۔ اس مناظرہ کی مفصل روداد انجمن تائید اسلام لاہور کے ماہوار رسالہ کے شمارہ ۱۵ مئی ۱۹۲۴ء میں شائع ہوئی۔

کچھ عرصہ بعد مولانا سید لعل شاہ کا ایک اور مرزائی سے موضع چھمی میں مناظرہ منعقد ہوا جس کا مزید ذکر آگے آ رہا ہے۔

دوالمیال میں مرزائی فکر پھیلانے کے لیے جو حربے جاری ہیں، اس نوع کا ایک واقعہ سامنے آیا۔ ایک نوجوان سے معاہدہ کیا گیا کہ اگر مجھے روزگار فراہم کیا جائے تو مرزائی ہو جاؤں گا، سابقہ بیوی کو چھوڑ دوں گا اور مرزائی لڑکی سے شادی کر لوں گا۔ علماء کا موقف سامنے آیا کہ یہ شخص معاہدہ کرتے ہی مرتد و کافر قرار پایا۔ اسی تناظر میں یکم جولائی ۱۹۴۰ء کو فریقین میں مناظرہ طے پایا۔ مولانا سید لعل شاہ کی عمر نوے برس سے تجاوز کر چکی تھی اور ضعف و نقاہت غالب تھے اور عالم و فاضل فرزند علاقہ میں موجود نہیں تھے۔ ان دنوں علاقہ چھچھ ضلع اٹک کے گاؤں شمس آباد کے مشہور اہل سنت عالم مولانا غلام گیلانی (وفات ۱۹۳۰ء)(۹۶) کے فرزند قاضی محمد زاہد الحسینی (وفات ۱۹۹۷ء) دوالمیال سے نزدیک قصبہ ڈلوال میں مقیم تھے۔ شاہ صاحب نے انہیں مناظر مقرر کیا اور مرزائیہ کی طرف سے منڈی بہاء الدین کے ہائی سکول کا ٹیچر کرم الٰہی مناظر تھا۔ مولانا حکیم سید حبیب الرحمٰن شاہ دوالمیالوی کے بقول یہ مناظرہ دوالمیال کی مسجد بوھڑ والی عرف مسجد غوثیہ میں منعقد ہوا جس میں علاقہ کی اہم شخصیات ڈھریالہ کہون کے پیر طریقت سید الطاف حسین شاہ وغیرہ موجود اور چوآ سیدن شاہ تھانہ کا ہندو انسپکٹر حکومت کی طرف سے نگران تعینات تھا۔

قاضی محمد زاہد الحسینی نے اس مناظرہ کی روداد مرتب کی جو اسی برس ”ذرہ زاھد بہ بر فرقہ احمدیہ“ نام سے کتابی شکل میں شائع کی گئی جس میں اس خاص واقعہ کے متعلق ۱۲ اکتوبر ۱۹۴۰ء کو تترال کہون سے مرسلہ ایک استفتاء کے جواب میں جاری کیے گئے فتویٰ کا متن بھی

شامل ہے۔ جس پر دیو بند، دہلی، صوبہ سرحد، ضلع جہلم، ضلع کیمبل پور کے چالیس علماء کی تصدیقات بھی ثبت ہیں جن میں سے حسب ذیل پانچ علماء آج کے ضلع چکوال کے باشندے تھے:

(۱) مولانا الحاج حافظ سید لال شاہ دوالمیال
(۲) مولانا مفتی عطا محمد رتوی
(۳) مولانا احمد دین جسیالوی
(۴) مولانا ابوالفضل محمد کرم الدین دبیر
(۵) مولانا غلام ربانی مدرس اعلیٰ ڈلوال، سابق مدرس میرا شریف

دوالمیال کے مرزائی اپنے افکار پھیلانے کے لیے جو ہتھکنڈے استعمال کر رہے تھے، اس طرز کا دکاندار محمد بخش کو ورغلانے کا ایک واقعہ ''ذکرولی'' میں اور دوسرا ''ہم بھی وہاں موجود تھے'' میں درج ہے (۹۷)۔

مولانا سید لعل شاہ کے دور میں دوالمیال میں فتنہ مرزائیت کے ردو تعاقب کے لیے جلسوں کے انعقاد کا بھی اہتمام کیا گیا اور پنجاب بھر کے نامور خطباء و واعظین مدعو کیے گئے ۔ دوالمیال کے ہی حوالدار حاجی محمد خان ولد عبدالغفار (پیدائش ۱۹۲۳ء) کا بیان ہے کہ قیام پاکستان سے کچھ ہی عرصہ قبل مسجد ڈہبہ کے قریب واقع کھلے میدان میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا، میں خود اس میں موجود تھا۔ مشہور واعظ و مصنف مولانا محمد اکرم عرف قطبی شاہ ملتانی (۹۸) نے اس میں خطاب کیا اور مرزا کی خوب درگت بنائی ۔ مولانا سید لعل شاہ بڑھاپے کے باوجود اس جلسہ میں تشریف فرما تھے۔ حاجی محمد خان نے یہ بھی بتایا کہ میں نے حکیم کرم داد کو بھی دیکھا، وہ باوا لعل شاہ کا سامنا تک کرنے سے ہمیشہ گریزاں رہا (۹۹) دیگر اوقات میں بھیرہ کے مولانا ظہور احمد بگوی (وفات ۱۹۴۵ء) اور لاہور کے مولانا محمد عمر اچھروی (وفات ۱۹۷۱ء) یہاں تشریف لائے۔

آپ کی وفات سے محض چند ماہ قبل ۱۹۴۶ء میں دوالمیال میں ردمرزائیت پر ایک جلسہ منعقد ہوا تو اس میں اسلامی عقائد و تعلیمات کے دفاع و فروغ کے لیے ایک تنظیم ''انجمن اشاعت و تبلیغ اسلامیہ حنفیہ دوالمیال'' نام سے (۱۰۰) تشکیل دی گئی ۔ اس جلسہ کی

روداد و تنظیم کے قیام کی خبر امرتسر کے ہفت روزہ ''الفقیہ'' میں ''دوالمیال ضلع جہلم میں حنفی تبلیغی کامیاب جلسہ'' عنوان سے چھپی ۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ جلسہ بہ صدارت مولانا سید کرم حسین شاہ بمقام جامع مسجد منعقد ہوا۔ تلاوت و نعت خوانی اور پھر ''ختم نبوت'' کے موضوع پر تقاریر ہوئیں ۔ مقررین سید عبدالحق شاہ، سید حبیب شاہ و منیر شاہ وغیرہ، صدارتی تقریر سید کرم حسین شاہ، پھر تبلیغ کے لیے ایک تنظیم کی قرارداد پیش کی جو منظور ہوئی اور مندرجہ ذیل ارکان مقرر ہوئے:

(۱) مولانا سید لعل شاہ، سجادہ نشین، صدر
(۲) حضرت سید محمد شاہ، خطیب جامع مسجد، نائب صدر
(۳) مولانا سید منیر شاہ، مبلغ
(۴) مولانا سید کرم شاہ، پروپیگنڈہ سیکرٹری (۱۰۱)

اور مرزائیوں سے مولانا سید لعل شاہ کے مباہلہ کا آپ کے پوتا مولانا سید محمد منیر حسین شاہ نے ان الفاظ میں ذکر کیا:

''گاؤں دوالمیال میں مولوی کرم داد جو قادیانی جماعت کا امام تھا، سید لال شاہ صاحب جو اہل سنت کے امام تھے، مباہلہ ہوا، جس میں مولوی کرم داد بہت پہلے دنیا سے کوچ کر گئے اور سید لال شاہ صاحب زندہ رہے''۔ (۱۰۲)

اور مرزا غلام کے دعاوی باطلہ سامنے آنے کے بعد، علمی مراکز سے دور ایک گاؤں میں بیٹھ کر نصف صدی سے زائد عرصہ، اس فتنہ کے ردوابطال میں آپ نے جو جدوجہد کی، ان کے نتائج کا آپ کے دوسرے پوتا مولانا سید عبدالحق شاہ نے یوں ذکر کیا:

''دوالمیال میں مولانا حاجی حافظ سید لال شاہ صاحب خلیفہ حضرت غوث زمان میروی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ نے جو اسلامی خدمات انجام دیں وہ اظہر من الشمس ہیں۔ خصوصاً شیعہ اور مرزائی فرقوں کے خلاف آپ نے نہایت ہی استقلال اور جوانمردی سے مقابلہ کیا اور اسی جہاد فی سبیل اللہ کا نتیجہ ہے کہ باوجود کئی کوششوں اور تدابیر کے اس علاقہ میں قادیانیت ترقی نہ کر سکی اور دوالمیال میں بھی مسلمانوں کی کافی تعداد بحمد اللہ موجود ہے۔

یہ صرف آپ کے وجود مسعود کا فیض ہے‘‘(۱۰۳) اور فرزند مولانا سید کرم حسین شاہ کی طرف سے وفات کی خبر ’’الفقیہ‘‘ میں چھپی، جس کا ایک اقتباس یہ ہے:

’’مرتدین کے رد میں کافی قلم چلائی، آپ کی کئی ایک تصانیف مطبوعہ اور بہت کچھ غیر مطبوعہ کلام پڑی ہے، جو طبع کرا کے ان شاء اللہ شائع عام کی جائے گی۔ آپ کے وصال سے جماعت احناف کو بے حد نقصان پہنچا ہے۔ مورخہ ۱۴ فروری ۱۹۴۷ء کو بوقت دو بجے تقریباً آپ کو غسل اور کفن دلا کر جلوس کی شکل میں گاؤں میں پھرایا گیا۔ زائرین مرد و عورت آپ پر پروانہ وار گرتے رہے، کثرت ہجوم سے چارپائی اٹھانا مشکل تھی بڑی مشکل سے صرف لوگ ہاتھ لگا سکتے تھے۔ نماز جنازہ ڈیڑھ دو ہزار کے قریب تھی‘‘(۱۰۴)

دوالمیال میں مرزائی گروہ کے تعاقب میں فعال و نمایاں دوسری شخصیت مولانا سید لعل شاہ کے فرزند مولانا سید کرم حسین شاہ تھے جو عالم جلیل، مربی و مرشد، حکیم، شاعر و مصنف تھے اور ۱۹۷۵ء میں وفات پائی اور چوآسیدن شاہ کے بڑے قبرستان میں خاندانی احاطہ میں قبر واقع ہے۔ والد گرامی کے علاوہ خانقاہ میرا شریف ضلع اٹک کے مدرسہ میں مولانا نور احمد ساکن چاولی ضلع چکوال وغیرہ سے تعلیم حاصل کی۔ قیام پاکستان سے قبل جالندھر میں فوج کے امام و خطیب نیز مدرسہ عربیہ کریمیہ حنفیہ میں مدرس تھے۔ اس دور کے شاگردوں میں شیخ القرآن مولانا غلام علی اوکاڑوی (وفات ۲۰۰۰ء) شامل ہیں۔ والد گرامی کی وفات کے مرحلہ پر چوآسیدن شاہ منتقل ہو گئے۔ جہاں گزر بسر کے لیے مطب بنایا اور تصنیف و اشاعت کے اعمال جاری رکھے۔ چوآسیدن شاہ سے ملحق علاقہ جھنگڑ کے اہم گاؤں سلوئی میں مدرسہ کے بانی و صدر مدرس مولانا حافظ غلام احمد چشتی سے روابط و مراسم تھے۔ چند تصنیفات اور متعدد مضامین لکھے۔ شاعری میں احقر اور انور تخلص تھا، شعری مجموعہ ’’سوزِ احقر‘‘ نام سے مطبوع ہے۔(۱۰۵)

مولانا سید کرم حسین شاہ دوالمیالوی نے مرزائی افکار کے رد و تعاقب میں کتاب ’’حقیقت مرزائیت‘‘ لکھی (۱۰۶) جس کا پہلا حصہ ۱۹۲۴ء میں گلزار ہند سٹیم پریس لاہور سے سولہ صفحات پر چھپا اور مرزائی ایڈووکیٹ ملک عبدالرحمٰن خادم کی تصنیف ’’احمدی پاکٹ بک‘‘ کے جواب میں ’’حنفی پاکٹ بک‘‘ لکھی جس کے زیر طبع ہونے کا اشتہار ’’

ذکرولی‘‘ کے آخری صفحہ پر ہے۔

علاوہ ازیں ہفت روزہ ’’الفقیہ‘‘ امرتسر اور ماہنامہ ’’شمس الاسلام‘‘ بھیرہ اور دیگر رسائل میں رد مرزائیت پر آپ کے مضامین شائع ہوئے جن میں سے بعض یہ ہیں:

(۱) حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں، الفقیہ، شمارہ ۲۸ نومبر ۱۹۲۶ء صفحہ ۶ تا ۷

(۲) قہر یزدانی برخرمن قادیانی، الفقیہ، شمارہ ۲۱ اپریل ۱۹۲۷ء صفحہ ۳

(۳) احناف کی تازہ فتح، الفقیہ، شمارہ ۲۸ اگست ۱۹۲۹ء صفحہ ۵ تا ۶

(۴) قادیانی کذاب کے پچاس جھوٹ، شمس الاسلام، شمارہ فروری ۱۹۳۱ء صفحہ ۱۱ تا ۱۹۔

(۵) رد مرزا، شمس الاسلام، شمارہ اگست ۱۹۳۱ء صفحہ ۱۳ تا ۱۴

(۶) کادیانی کذاب کے پچاس جھوٹ، شمس الاسلام، شمارہ ستمبر اکتوبر ۱۹۳۱ء، صفحہ ۴۵ تا ۵۶۔

(۷) مرزائیوں سے بحث کرنے کا گُر، الفقیہ، شمارہ ۷ مئی ۱۹۴۳ء صفحہ ۶ تا ۷

(۸) مرزائی ذہنیت، الفقیہ، شمارہ ۷ جولائی ۱۹۴۵ء صفحہ ۶ تا ۷

(۹) ردِّ مرزائیت، حیات و ممات مسیح ناصری کی بحث، الفقیہ، شمارہ ۷ نومبر ۱۹۴۶ء، صفحہ ۶ تا ۷۔

(۱۰) ردِ مرزائیت، الفقیہ، شمارہ ۷ جنوری ۱۹۴۷ء صفحہ ۴ تا ۶، شمارہ ۲۱ فروری صفحہ ۵ تا ۶، قسط وار۔

علاوہ ازیں والد گرامی کی زندگی میں بعض رافضی افکار کے تعاقب میں ان کی تصنیف ’’اظہار حق‘‘ کی طباعت و اشاعت کا اہتمام کیا تو آخری صفحہ پر بعض دوسرے مصنفین کی مطبوعہ و دستیاب کتب کا اشتہار شامل کیا۔ جن میں ردِ قادیانیت پر دو کتب ’’السوء والعقاب علی المسیح الکذاب‘‘ اور ’’الصارم الربانی علی اسراف قادیانی‘‘ کے نام درج کیے۔ یاد رہے ’’السوء والعقاب‘‘ مولانا احمد رضا خان بریلوی (وفات ۱۹۲۱ء) کی تصنیف جو ۱۹۰۲ء میں لکھی گئی اور ’’الصارم الربانی‘‘ ان کے فرزند مولانا حامد رضا خان بریلوی (وفات ۱۹۴۲ء) کی تصنیف اور ۱۸۹۸ء میں لکھی گئی۔ اب یہ دونوں کتب ’’عقیدۃ ختم النبوۃ‘‘ کی

دوسری جلد میں مطبوع ہیں۔

اور گزر چکا کہ ''انجمن اشاعت و تبلیغ اسلامیہ حنفیہ دوالمیال'' کے پروپیگنڈہ سیکرٹری تھے اور ۱۹۵۰ء میں چوآسیدن شاہ میں تنظیم ''تحفظ حقوق حنفیہ'' قائم کی جس کے صدر قرار پائے۔ اس کے قیام اور اغراض و مقاصد کی خبر ہفت روزہ ''رضوان'' لاہور میں چھپی۔ (۱۰۷)

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں دیگر زعماء سمیت چوآسیدن شاہ سے گرفتار کیے گئے اور ساڑھے پانچ ماہ جہلم جیل میں رہے۔ چوآ کے نواحی گاؤں رتّو چھ میں بھی مرزائیت کے تعاقب میں خدمات ہیں۔

دوالمیال میں ردِ مرزائیت میں سرگرم تیسری اہم شخصیت مولانا حافظ سید محمد شاہ ولد فضل شاہ تھے۔ جو تحصیل چکوال کے گاؤں دھید وال سے ہجرت کر کے یہاں آئے اور ۱۹۸۱ء میں وفات پائی۔ دوالمیال کے مغربی محلّہ کے کنواں کے پاس حجرہ و چار دیواری میں مزار واقع جس کے پہلو میں چھوٹی سی غیر آباد مسجد ہے۔ آپ کی والدہ عارفہ کاملہ خاتون تھیں اور بیٹے بھی اسی ڈگر پر تھے۔ مولانا سید لعل شاہ کے خاندان سے رشتہ داری استوار ہوئی۔ آپ مسجد بوھڑ والی عرف مسجد غوثیہ کے امام و خطیب نیز ''انجمن اشاعت و تبلیغ اسلامیہ حنفیہ دوالمیال'' کے نائب صدر تھے (۱۰۸)۔

مولانا سید لعل شاہ (وفات: ۱۹۴۷ء) کے پوتے بھی مرزائیت کے تعاقب و قلع قمع کرنے میں نہ صرف بزرگوں کے شانہ بشانہ کھڑے رہے بلکہ مختلف مراحل میں اس فکری جہاد کو آگے بڑھایا۔ ان میں مولانا سید کرم حسین شاہ کے فرزند مولانا سید عبدالحق شاہ اور مولانا سید فضل شاہ (وفات ۱۹۴۳ء) کے فرزندان مولانا سید محمد حبیب الرحمٰن شاہ، مولانا سید محمد منیر حسین شاہ کے اعمال قابل ذکر ہیں۔

مولانا سید عبدالحق شاہ نے ۱۹۹۷ء میں لاہور میں وفات پائی اور چوآسیدن شاہ قبرستان کے خاندانی احاطہ میں قبر بنی۔ عالم و حکیم اور صوفی تھے، اپنے دادا اور والد کے علاوہ ڈلوال کے مدرسہ میں تعلیم پائی۔ خانقاہ میرا شریف سے بیعت و خلافت تھی۔ پاکستان نیوی میں ملازمت کی پھر چوآسیدن شاہ کی مسجد تونسوی میں تقریباً دس برس امام و خطیب رہے۔

شیخ القرآن مولانا غلام علی اوکاڑوی آپ کے ہاں تشریف لائے اور مسجد تونسوی میں خطاب فرمایا۔ مولانا حافظ غلام احمد چشتی عرف باوا جی سلوئی والے سے مراسم تھے۔ مولانا سید عبدالحق شاہ تقریباً ۱۹۸۰ء میں چوآسیدن شاہ سے لاہور منتقل ہوئے۔ جہاں فیروز پور روڈ پر جنرل ہسپتال کے پہلو میں واقع مسجد غوثیہ کے امام و خطیب رہے۔ مناظرہ کی روداد ''درّہ زاھد یہ برفرقہ احمدیہ'' پر آپ نے مقدمہ و خاتمہ قلمبند کیا اور طبع کرا کے مفت تقسیم کی۔ نیز ۱۹۵۵ء اور ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں حصہ لیا۔ (۱۰۹)

دوسرے پوتا مولانا سید محمد منیر حسین شاہ نے ۲۰۰۶ء میں وفات پائی اور دوالمیال کے خاندانی قبرستان میں قبر واقع ہے۔ عالم جلیل، حکیم و چشتی صوفی تھے۔ والد و دادا کے علاوہ ڈلوال سکول میں تعلیم پائی۔ پھر مدرسہ بگویہ بھیرہ کی راہ لی اور جامعہ رضویہ لائل پور (اب فیصل آباد) سے شرعی علوم کی تکمیل کی، اساتذہ میں ابوالفضل مولانا محمد سردار احمد محدث پاکستان شامل ہیں۔ دوالمیال میں اپنے دادا مولانا سید لعل شاہ سے موسوم مسجد میں تقریباً نصف صدی امامت و خطابت کی ذمہ داری انجام دی۔ اس مسجد کو گاؤں و علاقہ بھر میں ردِ مرزائیت کی سرگرمیوں میں مرکز کی حیثیت حاصل ہے اور جو بھی مقامی باشندہ مرزائی افکار و عقیدہ کے چنگل و گرفت سے نکل آئے وہ اسی مسجد کے اجتماع عام میں اپنے قبول اسلام کا اعلان کرتا ہے۔ آپ کی تبلیغ و کوشش سے دوالمیال کے ستر (۷۰) کے قریب مرزائیوں نے اسلام قبول کیا۔

جون ۱۹۸۸ء میں مرزائیوں کے چوتھے پیشوا مرزا طاہر احمد نے لندن سے پوری امت مسلمہ کو مباہلہ کی للکار دی اور ایک کتابچہ ''مباہلہ کا کھلا چیلنج'' طبع کرا کے تقسیم کیا۔ مولانا سید منیر شاہ نے اس چیلنج کو قبول کرتے ہوئے ایک جوابی پمفلٹ ''ایک مباہلہ نہیں بلکہ کئی مباہلے'' چار صفحات پر چھپوا کر تقسیم کرایا۔ جس میں لکھا کہ ''اپنے دادا کی طرح میں بھی مباہلہ کا چیلنج قبول کرتا ہوں، جہاں اور جس مقام پر چاہیں مرزا غلام احمد کے خاندان کے کسی بھی فرد سے مباہلہ کرنے کے لیے تیار ہیں''۔

آپ کے دور میں ہی ۱۹۹۷ء میں دوالمیال کے مسلمانوں اور مرزائیوں کے درمیان مسجد و جنازہ گاہ کے اختلاف پر فساد و مقدمات قائم ہوئے۔ گاؤں میں ایک مسجد ۱۸۶۰ء

سے موجود جس کے اردگرد محلہ کے باشندے مرزائی فکر سے متاثر ہوئے تو وقت گزرنے کے ساتھ یہ مسجد ان کے قبضہ میں چلی گئی۔ آج اس پر مینار علاقہ کی مساجد کے بلند و بالا میناروں میں سے ایک ہے۔ مذکورہ برس مسلمانوں نے مولانا سید منیر شاہ کی معیت میں عدالت سے رجوع کیا اور مؤقف اختیار کیا کہ یہ مسجد مرزا کے دعاوی سامنے آنے سے بھی قبل موجود اور اہل سنت و جماعت کے تصرف میں تھی۔ مرزائیوں نے نہ اس کی زمین خریدی اور نہ ہی اولیں تعمیر کی۔ لہذا عدالت سے ہماری استدعا ہے کہ اسے مرزائیہ کے ناجائز قبضہ سے واگزار کرا کے مسلمانوں کے سپرد کرنے کے احکامات جاری کرے تا کہ امن کی فضا قائم رہے۔

یہ معاملہ عدالت میں گیا تو مرزائیوں نے توجہ ہٹانے اور فتنہ برپا کرنے کے لیے سازش رچی اور گاؤں میں پہلے سے مسلمانوں اور مرزائیہ کی الگ الگ جنازہ گاہیں موجود ہونے کے باوجود ایک ایسے فرقہ کی تیسری جنازہ گاہ تعمیر کرنے میں حوصلہ افزائی و پشت پناہی کی جس کے پیروکار سرے سے دوالمیال میں موجود ہی نہیں۔ اس حرکت پر مسلمانوں کے جذبات مشتعل ہوئے تو پولیس کی بھاری نفری گاؤں آ پہنچی۔ اب ایک اور مقدمہ حکم امتناعی کی صورت میں سامنے آیا اور مرزائیوں کے تاخیری حربوں کے باعث یہ مقدمات آج اٹھارہ برس بعد بھی عدالت میں معلق و زیر التوا ہیں۔

ان دنوں مولانا سید محمد منیر شاہ کے بڑے فرزند سید معید حسین شاہ، تحریک تحفظ ختم نبوت دوالمیال کے سرپرست ہیں (۱۱۰)۔

تیسرے پوتا مولانا سید حبیب الرحمٰن شاہ ۱۹۲۶ء میں دوالمیال میں پیدا ہوئے اور ۲۰۱۵ء میں چوآ سیدن شاہ میں سکونت ہے۔ عالم و حکیم ہیں۔ اپنے دادا مولانا سید لعل شاہ سے فارسی و عربی کتب پڑھیں۔ نیز علمی کاموں میں ان کے سیکرٹری کے طور پر کام کیا۔ حضرت بابوجی چشتی گولڑوی سے بیعت ہیں۔

قیام پاکستان سے قبل فوج میں چند برس ملازمت کی اور دادا گرامی کی وفات کے بعد مسجد باوا لعل شاہ میں ان کی جگہ امامت و خطابت کی ذمہ داری سنبھالی۔ جب چھوٹے بھائی مولانا سید منیر شاہ تعلیم مکمل کر کے واپس آئے تو مسجد کے اعمال ان کے سپرد کیے۔ قیام

پاکستان کے وقت جزیرہ انڈیمان (کالا پانی) میں پولیس میں ملازم تھے۔ وہاں سے واپس آئے تو دوالمیال میں دکان بنائی نیز چند ماہ مسجد بوہڑ والی میں امام و خطیب رہے۔ پھر دکانداری کے ساتھ بھائی کی معاونت سے مرزائیت کے رد و تعاقب میں فعال رہے اور ماہر ردِ قادیانیت، راولپنڈی میں مسجد چوہدری فیروز خان محلہ قاسم آباد کے امام و خطیب مولانا محمد اورنگزیب (وفات ۱۹۹۸ء) سے رابطہ رکھا اور مختلف اوقات میں دوالمیال میں ان کے خطاب کا اہتمام کیا۔ نیز اس موضوع پر رسائل و کتب گاؤں میں تقسیم کیں۔ یہیں پر ۱۹۷۳ء کی تحریک ختم نبوت میں فعال رہے جس دوران معاملات پولیس اور جلسوں پر پابندی تک پہنچے۔ ۱۹۷۸ء میں چوآ سیدن شاہ منتقل ہوئے جہاں سادات دواخانہ کے مالک اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے صدر ہیں۔ جزیرہ انڈیمان میں تھے تو دوالمیال کا ایک مرزائی بھی ملازمت میں ساتھ تھا۔ جس نے موقع پا کر اپنے فاسد عقائد کی تبلیغ شروع کر دی۔ اس پر آپ نے وہاں سے قریب کلکتہ شہر میں ایک تنظیم سے رابطہ کر کے مرزائی افکار کے بطلان پر مبنی لٹریچر منگوا کر تقسیم کیا اور اس کی کوششوں کو ناکام بنایا۔ (۱۱۱)

۱۹۵۰ء میں دوالمیال میں ایک مرزائی نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کی، جس کی خبر ''رضوان'' میں چھپی (۱۱۲) آپ اس رسالہ کو خریدار مہیا کرنے میں بھی معاون رہے (۱۱۳)

مولانا حکیم سید حبیب الرحمٰن شاہ کے فرزند سید سبط الحسن شاہ (پیدائش یکم جنوری ۱۹۶۲ء) دوالمیال میں دکاندار اور تحریک منہاج القرآن کے ناظم ہیں۔ دیگر مقامی تنظیموں کے علاوہ اس تنظیم کی جانب سے بھی مسجد باوا سید لعل شاہ میں مرزائیت کے تعاقب میں جلسے منعقد ہو رہے ہیں۔ جیسا کہ منہاج القرآن یونیورسٹی لاہور کے پروفیسر محمد الیاس اعظمی، پروفیسر صابر نقشبندی ساکن آڑہ ضلع چکوال، اور تحریک کے مرکز کی جانب سے درس قرآن پر تعینات مولانا افضال احمد مختلف اوقات میں یہاں آئے اور خطاب کیا۔ پروفیسر الیاس اعظمی کی مسجد سید لعل شاہ سے ملحق ایک گھر میں مرزائی مربی فضل اللہ تارڑ سے حیات سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر بحث و گفتگو بھی ہوئی (۱۱۴)۔

دوالمیال میں مرزائی آبادی کا تناسب سات سے دس فی صد ہو گا اور اس استعماری

آفت کا مقابلہ وسامنا کرنے کے لیے مقامی مسلمان بھی بالعموم مذہبی قیادت کے ساتھ کھڑے ہیں۔اس ضمن میں متعدد عام افراد کی خدمات بھی قابل تحسین وذکر کے لائق ہیں جن کا اس مختصر تحریر میں احاطہ وبیان ممکن نہیں۔مثال کے طور پر انجینئر حاجی ملک رشید احمد مقیم کینیڈا جنہوں نے گاؤں کے رفاہی کاموں میں بڑھ چڑھ کر اور نمایاں خدمات انجام دیں ۔علاوہ ازیں گاؤں کی بچیوں میں اسلامی تعلیمات کے فروغ میں فعال ہیں۔ادھر میر پور آزاد کشمیر کے دارالعلوم گلزارِ حبیب میں شعبہ برائے خواتین کے نگران وسرپرست ہیں۔میر پور میں ایک مرزائی کا مقدمہ سامنے آیا جسے مقامی وکلاء نے جیت کر دم لیا۔دوالمیال میں مسجد کی واگزاری کا مقدمہ قائم ہوا اور حاجی رشید احمد پاکستان آئے تو ان کی درخواست وخواہش پر میر پور کے چند وکلاء دوالمیال آئے اور مسجد مقدمہ میں قانونی مشورے دیئے۔

علماء ومشائخ دوالمیال کی اس جانب توجہ وراہنمائی اور عامۃ المسلمین کی جدوجہد کے نتائج بھی سامنے آئے جن میں سے دو بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

۱- یہاں کے مرزائیوں کو مال وتعلیم کی کمی نہیں رہی اور قیام پاکستان سے قبل پھر آزادی کے بعد اعلیٰ سرکاری مناصب بھی حاصل رہے۔لیکن تمام تر ذرائع اثر ورسوخ، لالچ ،سازش، دھمکی کے استعمال کے باوجود مرزائی فکر گاؤں کی حدود سے باہر نہیں نکل پائی اور علاقہ اس آلودگی سے محفوظ ہے۔

۲- اسی پر بس نہیں بلکہ اولیں مرزائیوں کی آئندہ نسلوں میں سے متعدد خاندان اسلام کی طرف لوٹ آئے، یہاں دو مثالیں پیش ہیں:

صوبیدار فتح محمد ملک جو وائسرائے ہند سے دہلی میں ملاقات کرنے والے مرزائی وفد میں شریک تھے۔ان کے پانچ بیٹے تھے اور سبھی مرزائی ہوئے جن میں سے ایک میجر جنرل نذیر احمد گیریژن کمانڈر لاہور تھے۔انہی صوبیدار فتح محمد کی نسل کے تین مسلم افراد صوبیدار منیر احمد، کرنل اظہر محمود، محمد عمران کا یہاں ذکر مقصود ہے۔صوبیدار منیر احمد ولد صوبیدار میجر اللہ دتہ ولد صوبیدار فتح محمد ۱۹۴۰ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۵۸ء میں ملتان میں ایک ولی اللہ پیر مستان علی قادری جالندھری ملتانی (وفات ۱۹۸۴ء) سے ملاقات ہوئی۔ پھر خاندانی افکار سے لاتعلق ہوئے اور انہی کے ہاتھ پر بیعت کی۔اب ان کے بیوی وبچے سب مسلمان و

اہل سنت وجماعت ہیں۔دوسرے فرد لیفٹیننٹ کرنل ریٹائرڈ اظہر محمود ولد نثار احمد ولد صوبیدار فتح محمد، اسلام آباد میں مقیم اور احمدیت سے کوئی تعلق نہیں۔تیسرے فرد محمد عمران ولد مختار احمد ولد صوبیدار میجر اللہ دتہ ولد صوبیدار فتح، عمر تقریباً چالیس سال، ملتان میں مقیم اور دعوت اسلامی (۱۱۵) سے وابستہ ہیں۔(۱۱۶)

حکیم کرم داد، جو دوالمیال میں مرزائی فکر کے فروغ ودفاع میں فعال سب سے اہم فرد تھے۔ان کے مسلمان پوتا لیفٹیننٹ کرنل ریٹائرڈ مبشر احمد ولد عبدالعزیز (پیدائش ۱۹۴۴ء) گاؤں وعلاقہ کی غیر سیاسی وغیر متنازع شخصیت ہیں۔ان کے چار اعمال نمایاں وقابل ذکر ہیں:

پہلا: اسلامی وسیاسی موضوعات نیز حالات حاضرہ پر اردو، انگریزی میں لکھتے ہیں، جیسا کہ ''اردو ڈائجسٹ'' ۲۰۱۳ء، ۲۰۱۴ء کے شماروں میں ''بوجھو تو جانیں'' عنوان سے تحریر اسلامی موضوع پر ہے۔نیز اخبار The News وغیرہ کے کالم نگار ہیں۔

دوسرا: سماجی بھلائی کے کاموں بالخصوص سابق سرکاری ملازمین کے حقوق دلانے میں علاقہ بھر میں سرگرم ہیں۔

تیسرا: دوالمیال میں ۱۹۹۴ء میں بچیوں کا کالج قائم کیا جس سے علاقہ کہون کی سیکڑوں خواتین نے بی اے اور ایم اے کیا اور پردہ ودیگر اسلامی بنیادی تعلیمات کی تربیت پائی۔

چوتھا: مرزائی افکار پر خود تحقیق انجام دی اور مرزا غلام کی نوے (۹۰) کے قریب تصانیف بغور پڑھیں پھر اس عقیدہ سے تائب ہو کر اسلام کی آغوش میں آ گئے۔یہاں تک پہنچنے کے لیے انہیں دورانِ تحقیق دو باتوں نے راہ سجھائی:

(۱) مرزا کی تصانیف میں تضادات ہیں، چنانچہ ایک کتاب میں کوئی دعویٰ درج کیا تو دوسری میں کچھ اور پیش کر دیا، لہٰذا ابھی تک یہ بھی طے نہیں ہو سکا کہ وہ کس تاریخ کو مبعوث ہوا۔

(۲) ایک لاکھ سے زائد پیغمبر آئے جو اخلاق عالیہ کے مالک تھے، مخالفین سے بات کرتے ہوئے بھی اخلاق کا لحاظ رکھا لیکن نبی ہونے کے مدعی مرزا کی تصانیف گالی گلوچ سے

بھری پڑی ہیں اور مرزا کی شخصیت کو اخلاق کا اچھا نمونہ نہیں کہا جا سکتا۔

کرنل مبشر احمد پر اس مرحلہ میں مرزائیوں کی طرف سے بہت لے دے ہوئی۔ جس پر انہوں نے مرزا غلام کی تصانیف میں تضادات پر مبنی اور اخلاق سے گری ہوئی عبارات پر نشان لگا کر یہ کتب ان احمدی حضرات کے سپرد کر دیں۔ انہوں نے مرزائیت پر اپنی تحقیق کو کتابی شکل میں قلم بند بھی کیا جس کا نسخہ ان کے ہاں محفوظ و غیر مطبوع ہے۔ اور پہلی مسلمان بیوی نے وفات پائی، جن کی نماز جنازہ میں شریک چند افراد سے راقم سطور کی ملاقات ہوئی۔ کرنل مبشر احمد کی دوسری شادی چکوال شہر میں ہوئی تو خطبہ نکاح مولانا حافظ عبدالحلیم نقشبندی نے پڑھا (۱۱۷)۔

بابا ملک فقیر مرزا دوالمیالوی (وفات ۱۹۰۴ء)

دوالمیال میں مرزائیت کی تاریخ کا تذکرہ بابا فقیر مرزا کے ذکر کے بغیر نامکمل و ادھورا رہے گا۔ جن کا مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی تصانیف میں بھی ذکر کیا (۱۱۸)۔ یہاں پہلے دوالمیال میں مرزائی پیشوا حکیم کرم داد اور پھر مرزا غلام کے اس بارے موقف، بعد ازاں دوالمیال کے علماء اسلام کی رائے پیش ہے:

حکیم کرم داد، جو مرزا غلام کو نبی ہی نہیں رسول مانتے تھے (۱۱۹) اس کا بیان ہے کہ ۷ رمضان ۱۳۲۱ھ کو حافظ شہباز احمد کے گھر ملک فقیر مرزا ولد فیض بخش کا مجھ سے مباہلہ ہوا جس میں فقیر مرزا نے یہ کہا:

"مرزا غلام احمد صاحب کا سلسلہ ۲۷ رمضان ۱۳۲۱ھ تک ٹوٹ پھوٹ جاوے گا اور بڑے سخت درجہ کی ذلت وارد ہوگی جسے تمام دنیا دیکھے گی۔ اگر یہ پیش گوئی پوری نہ ہوئی یعنی اگر مرزا کا یہ سلسلہ اور عروج ۲۷ رمضان ۱۳۲۱ھ تک قائم رہا یا ترقی کی تو میں ہر قسم کی سزا قبول کرنے کو تیار ہوں" (۱۲۰)

حکیم کرم داد کا ہی بیان ہے کہ ملک فقیر مرزا کے اس اقرار نامہ پر فریقین کے علاوہ حافظ شہباز احمد نیز گاؤں کے بیس سے زائد افراد کے دستخط لیے گئے اور یہ اخبار میں اشاعت کے لیے "البدر" کے ایڈیٹر کو قادیان روانہ کیا۔ "انہوں نے یہ لکھ کر کہ ہم ایسے مضامین کو

اپنے اخبار میں درج نہیں کرتے واپس کر دیا" (۱۲۱)۔

اس واقعہ و مباہلہ پر بقول حکیم کرم داد، ایک سال گزر گیا تو ملک فقیر مرزا نے وفات پائی جس کا ذکر ان الفاظ میں کیا:

"جب دوسرا رمضان آیا تو اس کے محلہ میں طاعون شروع ہوگئی۔ اس وقت یہ چار آدمی گھر میں موجود تھے۔ ایک ملہم (فقیر مرزا) دوسری ملہم کی بیوی، تیسری لڑکی، چوتھی لڑکے کی زوجہ۔ پہلے ملہم کی بیوی کا طاعون سے انتقال ہوگیا پھر خود فقیر صاحب ۵ یا ۶ رمضان ۱۳۲۲ھ کی شام کو سخت طاعون میں مبتلا ہو گئے...... آخر پورے ایک سال کے بعد جس روز پیش گوئی کی گئی تھی یعنی ۷ رمضان ۱۳۲۲ھ کو ہلاک ہوگیا۔ دو لڑکیاں جو پیچھے رہ گئی تھیں وہ بھی تھوڑے دنوں کے بعد سخت بیمار ہو گئیں...... حضرت مرزا صاحب قادیانی کے سلسلہ کے عوض مرزا دوالمیالی کے گھر کا سلسلہ تباہ ہوگیا۔ (۱۲۲)۔

بابا فقیر مرزا کی وفات کے بعد حکیم کرم داد نے دستخط شدہ اقرار نامہ اور خط میں اس واقعہ کی تفصیل درج کر کے مرزا غلام احمد قادیانی کو ارسال کر دیئے، جسے یہ خط ۲۶ دسمبر ۱۹۰۶ء کو ملا۔ جس نے دونوں کے متون اپنی نشانیوں کے ضمن میں "حقیقۃ الوحی" میں نقل کر کے اس واقعہ پر یہ تبصرہ کیا:

"مجھے ایک خط پہنچا ہے جس میں ایک بڑے نشان کا ذکر ہے۔ اس خط کے کاتب حکیم کرم داد صاحب ہیں...... فقیر مذکور...... اپنے تئیں ایک بزرگ و ولی اللہ قرار دیتا ہے...... ہم خدائے قدیر و کریم کا شکر کرتے ہیں جو ہر میدان میں ہمیں فتح دیتا ہے" (۱۲۳)

اور مرزا غلام احمد قادیانی نے اسی واقعہ کے تناظر میں اپنی دوسری تصنیف "چشمہ معرفت" میں ملک فقیر مرزا دوالمیالی کا یوں ذکر کیا:

"ایسا ہی ایک شخص فقیر مرزا نام جو اپنے تئیں اولیاء اللہ میں سے سمجھتا تھا، اور اس کے بہت مرید تھے۔ میرے مقابل پر کھڑا ہوا اور دعویٰ کیا کہ خدا نے مجھے عرش سے خبر دی ہے کہ آئندہ رمضان تک یہ شخص یعنی یہ عاجز طاعون سے ہلاک ہو جائے گا۔ پس جب رمضان کا مہینہ آیا تو خود طاعون سے ہلاک ہوگیا" (۱۲۴)۔

اور "تاریخ احمدیت" کے مصنف نے بھی ملک فقیر مرزا دوالمیالوی سے متعلق یہ واقعہ

حقیقۃ الوحی اور اس کے ضمیمہ کے حوالہ سے درج کر کے محض یہ اضافہ کیا ''جس نے حضور کے خلاف طاعون پڑنے کی بددعا کی وہ بددُعا اسی پر پڑی''۔(۱۲۵)

اب اس بارے دوالمیال کے اہل سنت عالم وصوفی مولانا سید کرم حسین شاہ کی رائے ومؤقف ملاحظہ ہو جو انہوں نے ۱۹۲۴ء میں ''حقیقت مرزائیت'' میں بیان کیا:

''مرزا صاحب کا فرمانا فقیر مرزا دوالمیالی کے متعلق کہ اس کے بہت مرید تھے۔ بالکل جھوٹ اور ناواقفوں کو دھوکا دینے کے لیے لکھا ہے، ورنہ کوئی قادیانی ایک اس کا مرید بتلا دے۔ اور یہ جو کہا ہے کہ اس نے دعویٰ کیا کہ آئندہ رمضان تک یہ شخص یعنی یہ عاجز طاعون سے ہلاک ہو جائے گا۔ بالکل جھوٹ''(۱۲۶)

انہی مولانا سید کرم شاہ نے ۱۹۳۱ء میں ایک مضمون میں مرزا غلام احمد قادیانی کی مندرجہ بالا عبارت نقل کرنے کے بعد یہ لکھا:

''مرزا خان ایک معمولی زمیندار ہمارے گاؤں کا تھا۔ وہ نہ کوئی فقیر تھا اور نہ اس کا کوئی مرید تھا۔ نہ اس نے مرزا صاحب آنجہانی سے یہ شرطیں باندھیں۔ یہ بھی دروغ گویم بر روئے تو، والا معاملہ ہے''(۱۲۷)

اور مولانا سید محمد منیر شاہ دوالمیالوی نے ۱۹۸۸ء میں اس مباہلہ کا حسب ذیل الفاظ میں ذکر کیا:

''موضع دوالمیال میں بھی پہلا مباہلہ فقیر مرزا خان دوالمیالوی اور مرزا غلام احمد قادیانی میں ہوا جس میں بذات خود غلام احمد نے تحریر کیا تھا کہ میرے مدِ مقابل مرزا خان دوالمیالوی کی نسل نیست ونابود ہو گئی۔ حالانکہ اہل دیہہ کے تمام مکینوں کو علم ہے کہ فقیر مرزا خان کی نسل خدا کے فضل وکرم سے پھل پھول کر آج بھی مرزا غلام احمد کا منہ چڑا رہی ہے'' (۱۲۸)

۷ رمضان ۱۳۲۱ھ مطابق ۲۷ نومبر ۱۹۰۳ء بروز جمعہ کو مرزا غلام احمد قادیانی کی شخصیت وافکار کو لے کر دوالمیال میں حافظ شہباز مرزائی کے گھر بابا فقیر مرزا خان ملک اور حکیم کرم داد کے درمیان جو مباہلہ ہوا۔ اس کے بارے میں اولین تحریری معلومات وماخذ مرزا قادیانی کی تصانیف ہیں جو قابل اعتماد نہیں۔ یہاں انہی معلومات کی بنا پر اس واقعہ کا جائزہ پیش ہے:

(۱) مرزا قادیانی نے ''چشمہءِ معرفت'' میں لکھا کہ فقیر مرزا نے کہا، آئندہ رمضان تک یہ شخص یعنی یہ عاجز طاعون سے ہلاک ہو جائے گا۔ جبکہ قبل ازیں خود ہی ''حقیقۃ الوحی'' میں فقیر مرزا کا جو اقرار نامہ نقل کیا، اس میں طاعون سے موت کا دعویٰ وپیش گوئی درج نہیں، بلکہ لفظ ''طاعون'' ہی مذکور نہیں۔

(۲) اور ''چشمہءِ معرفت'' میں ہی لکھا کہ فقیر مرزا کے بہت مرید تھے۔ یہ بھی درست وصحیح نہیں۔ اور دوالمیال کے مولانا سید کرم حسین شاہ، مرزا قادیانی کے یہ دونوں جھوٹ منظر عام پر لے آئے تھے۔

(۳) اور مرزا قادیانی نے ''چشمہءِ معرفت'' میں جو لکھا کہ میری موت کی پیش گوئی کا وقت آئندہ رمضان یعنی ۱۳۲۲ھ تک بتایا گیا، یہ بھی جھوٹ ہے کیونکہ ''حقیقۃ الوحی'' میں خود ہی مباہلہ کے نتیجہ کی آخری تاریخ اس کے انعقاد کے بیس دن بعد یعنی ۲۷ رمضان ۱۳۲۱ھ بتائی۔

(۴) حکیم کرم داد نے مرزا قادیانی کو جو اقرار نامہ وخط روانہ کیے۔ اس میں خود اعتراف کیا کہ اخبار ''البدر'' قادیان نے مباہلہ دوالمیال کی دستاویز شائع کرنے سے انکار کر دیا اور ہمیں واپس بھیج دی۔

(۵) اسی خط سے یہ بھی واضح ہے کہ مباہلہ میں طے شدہ بیس دن گزر گئے اور کچھ ظہور پذیر نہیں ہوا۔ اس پر دوالمیال یا دیگر مقامات کے مرزائیہ نے اپنی جیت وحقانیت کا جشن نہیں منایا اور اقرار نامہ میں طے شدہ ضابطہ کے مطابق فقیر مرزا کے خلاف مقامی مرزائیوں یا پنچائت نے کوئی تادیبی کارروائی نہیں کی۔ اگر کوئی قدم اٹھایا گیا ہوتا تو خط میں اس کا ذکر ضروری ٹھہرا۔ اپنے افکار کی ترویج واشاعت کا یہ سنہری موقع کیوں گنوا دیا، معلوم نہیں۔

(۶) اس وقوعہ کے تقریباً تین برس بعد اور فقیر مرزا کی وفات کے بھی تقریباً دو برس بعد حکیم کرم داد نے مباہلہ کا اقرار نامہ، تعارفی خط کے ساتھ مرزا قادیانی کو روانہ کیے جسے یہ ۲۶ ستمبر ۱۹۰۶ء کو ملا۔ مرزا غلام کے ہاں اس لمحہ ''حقیقۃ الوحی'' زیر تصنیف تھی چنانچہ اسی روز یہ اقرار نامہ وخط اس کتاب میں شامل کیے۔

حکیم کرم داد اتنا عرصہ کیوں چپ بیٹھے رہے، اپنی فتح و نصرت کا یہ واقعہ پہلے روز ہی مرزائی اخبارات و رسائل میں شائع نہیں کرایا، جبکہ وہ خود بھی مصنف و مضمون نگار تھے۔ مرزائی رسائل میں ان کے مضامین موجود ہیں۔ حقیقۃ الوحی ۳۰ اپریل ۱۹۰۷ء کو چھپی تب مباہلہ دوالمیال کا واقعہ چار برس بعد پہلی بار سامنے آیا (۱۲۹)۔ بعد ازاں مرزا غلام نے ''چشمۂ معرفت'' میں مختصر ذکر کیا۔ جو اس کی موت سے گیارہ روز قبل ۱۵ مئی ۱۹۰۸ء کو شائع ہوئی (۱۳۰)۔

(۷) حکیم کرم داد کے خط سے ہی واضح ہے کہ فقیر مرزا نے ۷ رمضان کو طاعون کے باعث وفات پائی۔ گویا ماہِ مبارک میں شہادت پائی۔ دوسری جانب محض چار برس بعد خود مرزا غلام احمد قادیانی کی لاہور میں موت کیسے ہوئی؟ یہاں محتاج بیان نہیں۔

(۸) مباہلہ دوالمیال بارے حکیم کرم داد کے خط اور اس واقعہ پر مرزا غلام کے مذکورہ تبصرہ سے ناواقف مرزائیوں نے تاثر لیا کہ فقیر مرزا کی نسل بھی برباد ہوگئی۔

اس تاثر کا جواب مولانا سید محمد منیر شاہ دوالمیالوی نے دیا جو گزر چکا۔ علاوہ ازیں بابا فقیر مرزا ملک گھرانہ کے تین افراد سے ۱۴ اپریل ۲۰۱۵ء کو راقم السطور کی ملاقات ہوئی۔ ایک ان کے پوتا ریشم خان دکاندار نیز عامر شہزاد (پیدائش جنوری ۱۹۹۷ء) ولد محمد خان (پیدائش جون ۱۹۴۲ء) ولد عباس خان ولد نور محمد ولد فقیر مرزا خان ولد فیض محمد۔ باپ بیٹا دونوں سے ہوئی اور حاجی محمد خان سابق فوجی، مذہب پسند اور سماجی خدمات میں فعال ہیں۔

(۹) آخر میں مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے متبعین کی ہزیمت کا واقعہ جو بابا فقیر مرزا دیکھ کر اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

جیسا کہ اس مضمون کے آغاز میں گزر چکا کہ خطہ چکوال کے ہی مولانا ابوالفضل محمد کرم الدین دبیر اور مرزا غلام کے درمیان مقدمہ جہلم پھر گورداسپور کی عدالت میں زیر سماعت تھا۔ جس کی لمحہ بہ لمحہ روداد ہفت روزہ ''سراج الاخبار'' جہلم میں شائع ہو رہی تھی اور دوالمیال میں اس اخبار کے خریدار موجود تھے۔ چنانچہ اس کے فیصلہ کی گھڑی آ پہنچی اور آٹھ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو ہندو مجسٹریٹ نے مرزا غلام احمد قادیانی کو سات سو روپیہ جرمانہ ورنہ چھ ماہ قید کی سزا سنائی۔

بابا فقیر مرزا دوالمیالوی شاید اسی فیصلہ و خبر کے انتظار میں زندہ تھے۔ چنانچہ اس فیصلہ کے محض پانچ ہفتے بعد سولہ نومبر ۱۹۰۴ء کو وفات پائی۔

کوٹ راجگان

چوآسیدن شاہ سے چکوال جانے والی سڑک پر تقریباً تین کلومیٹر فاصلہ پر گاؤں چھمی (۱۳۱) نام کا برلب سڑک مغربی جانب ہے اور سڑک سے مشرقی جانب گاؤں سے محض نصف کلومیٹر دور چند گھروں پر مشتمل آبادی ڈھوک راجگان یا کوٹ راجگان نام سے ہے۔ جہاں کے راجگان تترال کہون کے پیر صاحبان کے ارادت مند تھے۔ چنانچہ ۱۸۹۲ء میں حضرت پیر محمد حسین شاہ ان کے ہاں تشریف لائے تو وفات پائی اور گہرے تعلق کا ثبوت ہے کہ وہیں پر قبر بنی اور چھمی، کوٹ راجگان کے مشترکہ قبرستان کے مغربی کونہ میں مزار مشہور و نمایاں ہے۔

کوٹ راجگان کے راجہ علی محمد گجرات پنجاب میں محکمہ مال کے افسر تھے۔ جنہوں نے مرزائیت اختیار کی۔ گجرات کا ملک برکت علی، مرزا غلام قادیانی کا ''صحابی'' تھا اور ۱۹۴۴ء میں ہندوستان بھر کے آٹھ اضلاع میں مرزائی گروہ کے سرپرست پہلی بار مقرر کیے گئے تو ملک برکت علی کا بیٹا ملک عبدالرحمٰن خادم ایڈووکیٹ (وفات ۱۹۵۷ء) ضلع گجرات میں جماعت کا پیشوا مقرر ہوا۔ (۱۳۲) جس نے ۱۹۵۲ء میں ''احمدی پاکٹ بک'' تصنیف کی اور مولانا محمد عمر اچھروی نے تین جلدوں کی ضخیم کتاب ''مقیاس النبوۃ'' اسی کے جواب میں لکھی جو مطبوع ہے۔

راجہ علی محمد نے عبدالرحمٰن خادم کی بہن سے دوسری شادی کر لی، جس باعث عبدالرحمٰن خادم کا اس علاقہ میں آنا جانا ہوا تو اس خاندان میں مرزائی فکر مزید پھیلی۔ تب مقامی علماء متوجہ ہوئے اور ۱۲ اگست ۱۹۲۹ء کو چھمی میں مولانا سید لعل شاہ دوالمیالوی اور عبدالرحمٰن خادم کے درمیان مناظرہ ہوا (۱۳۳) جس سے تین دن قبل ۹ اگست کو چوآسیدن شاہ کی دوسری جانب کے قصبہ ڈنڈوت میں مولانا محمد احسن اور عبدالرحمٰن خادم میں مناظرہ منعقد ہو چکا تھا (۱۳۴) نیز مولانا سید کرم حسین شاہ دوالمیالوی نے ''احمدی پاکٹ بک'' کی طرز پر جواب

میں ''حنفی پاکٹ بک'' تالیف کی۔
وقت اپنی رفتار سے آگے بڑھتا رہا اور کوٹ راجگان کے باشندے مسلمان و مرزائی عقائد پر منقسم رہے نیز اکثر مرزائی افراد نقل مکانی کر گئے۔ اسی راجہ علی محمد کی نسل کے چند افراد اسلام پر قائم رہے۔ جو ایک مرحلہ پر جمعیت علماء پاکستان میں شامل ہوئے تو جماعت کے صدر مولانا شاہ احمد نورانی (وفات ۲۰۰۳ء) اور دیگر مرکزی راہ نما مختلف اوقات میں کوٹ راجگان کے اس گھرانہ میں تشریف لائے۔

حضرت پیر محمد حسین شاہ کی نواسی کے داماد حضرت پیر انور حسین شاہ نقشبندی چشتی (پیدائش ۱۹۲۷ء/ وفات: ۲۰۱۶ء) تترال کہون سے ۱۹۶۹ء میں ہجرت کر کے چھمبی آ بسے۔ جو سرکاری ملازمت سے پنشن یاب ہونے کے بعد ۱۹۸۱ء سے ۲۰۰۵ء تک مسجد حنفیہ رضویہ چھمبی میں امام و مدرس رہے۔ اسی دوران تقریباً ۱۹۹۶ء میں کوٹ راجگان کے ایک آدمی نے وفات پائی۔ پیر انور حسین شاہ کی معلومات و تحقیق کے مطابق مرنے والا مرزائی تھا۔ چنانچہ انہوں نے گاؤں کی مرکزی مسجد یا رسول عربی کے امام و خطیب مولانا قاضی رفیع الدین سے تبادلہ معلومات کی۔ نتیجتاً خطیب صاحب نے جنازہ و تدفین کے اعمال انجام دینے سے علیحدگی اختیار کر لی۔ پیر صاحب نے جذبہ ایمانی کی بنا پر یہ مسئلہ جس جرأت سے اٹھایا، اہل دیہہ کے ہاں زیر غور آیا تب لوگوں نے مرنے والے کے ایمان و کفر کے متعلق دو آراء اختیار کیں۔ یہ مرحلہ اسی کیفیت میں گزر گیا اور جنازہ کے انکار اور پڑھنے سے روکنے کا معاملہ علاقہ میں پھیلا۔ نیز دیگر مقامات کے علماء کے علم میں لایا گیا۔ کچھ ہی عرصہ بعد مرنے والے اس آدمی کے مسلمان بیٹا نے پیر انور حسین شاہ کو دستاویزی ثبوت پیش کیے جن سے مرزائی ہونا ثابت تھا۔ کوٹ راجگان میں شاید یہ آخری مرزائی فرد تھا۔ ادھر یہ واقعہ مرزائیوں کے عقائد و افکار بارے عامۃ المسلمین میں بیداری و شعور کا سبب بنا۔ (۱۳۵)

حضرت پیر انور حسین شاہ نے ۱۹۸۵ء میں اس چھوٹے سے گاؤں چھمبی میں ''بہاء الدین زکریا لائبریری'' قائم کی اور اسلامی موضوعات پر رسائل و کتب بلا معاوضہ تقسیم کا شغل اپنایا۔ اس ضمن میں دس کے قریب کتب اس لائبریری کی طرف سے بھی شائع کی گئیں اور اسی کے زیر اہتمام کتاب ''عربی زبان میں ردقادیانیت'' تالیف کی گئی جو زیر طبع ہے۔

پچنند

تلہ گنگ سے مغربی جانب میانوالی شہر جانے والی سڑک پر تقریباً ۴۵ کلومیٹر فاصلہ پر ترحالہ موڑ سے مزید سات کلومیٹر ذیلی سڑک پر قصبہ پچنند واقع ہے۔ ۱۹۳۵ء میں مرزا غلام احمد قادیانی کے دوسرے جانشین مرزا بشیر الدین محمود نے جماعت احرار کے لیڈران کو مباہلہ کا چیلنج کیا تو مختلف مقامات کے مرزائیوں نے مباہلہ میں شرکت کے لیے نام درج کرائے۔ جن کے ناموں کی فہرست ''الفضل'' میں قسط وار شائع کی گئی اور پیش نظر قسط میں پچنند کے تین مرزائیہ کے نام شامل ہیں (۱۳۶)

ان ایام میں پچنند میں مولانا احمد خان (وفات ۱۹۴۲ء) نمایاں عالم تھے۔ جنہوں نے سب سے پہلے ان کے خلاف کام کیا اور تحریر و تقریر کے ذریعے اس فتنہ کا رد کیا۔ اس ضمن میں ان کی قلمی تحریریں موجود ہیں۔ بعد ازاں ۱۹۵۴ء میں مسجد شیرال نزد واٹر ٹینکی میں مولانا محمد صادق ملتانی اور قادیانی مبلغ میں مناظرہ ہوا جو لاجواب ہو کر فرار ہو گیا (۱۳۷)۔

پھر مولانا عبدالرحمٰن چشتی سابق خطیب پاکستان فوج، اس جانب متوجہ رہے اور جمعہ کے خطبات نیز دیگر مواقع پر قادیانیوں کا رد کیا۔ اس دوران تقریباً ۱۹۶۷ء میں مسلمان لڑکی کا مرزائی سے نکاح کا معاملہ سامنے آیا تو پچنند کے ہی پیر نور زمان شاہ ہمدانی (وفات ۹ اگست ۲۰۰۴ء) نے علماء سے رابطہ کیا۔ جس پر شرعی حکم سامنے آیا کہ طلاق کی حاجت نہیں کیونکہ خاوند کے کفریہ عقائد کے باعث نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوا۔ چنانچہ عورت الگ کی گئی اور دوسری جگہ شادی ہوئی (۱۳۸)۔

آج کے پچنند کے علماء میں مولانا احمد خان کے فرزند مولانا مفتی محمد ابراہیم سیالوی (پیدائش ۱۹۴۸ء) مقیم واں بھچراں ضلع میانوالی (۱۳۹) اور ان کے تین فرزند مولانا مفتی محمد رشید سیالوی، پروفیسر محمد سعید سیالوی مقیم واں بھچراں، مولانا محمد حبیب سیالوی (پیدائش ۱۶ اگست ۱۹۷۱ء) خطیب مسجد محمدیہ محلہ ریتلیاں پچنند کے علاوہ مولانا محمد عبداللہ حقانی سابق خطیب پاکستان فوج، مولانا محمد جعفر، مولانا عبدالمجید کوکب کے نام اہم ہیں:

پچنند میں عیدین اور جنازہ کی نمازیں پڑھنے کے لیے جگہ مختص ہے جہاں مولانا محمد

عبداللہ حقانی نمازِ عید کے امام مقرر ہیں۔ ۲۰۰۰ء میں ایک مرزائی مرگیا تو مولانا حقانی نے آواز بلند کی اور اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کرنے کے متعلق شرعی حکم اور آئین پاکستان میں ان کے غیر مسلم ہونا بیان کیا۔ تب عوام نے بھی ساتھ دیا، یہ مرحلہ تو گزر گیا لیکن جلد ہی مرزائی گروہ نے الگ قبرستان کا بندوبست کرلیا۔

مولانا محمد عبداللہ حقانی، مولانا محمد جعفر، مولانا محمد حبیب سیالوی کی سعی و اہتمام سے جون ۲۰۰۰ء کو اسی عید گاہ میں عظیم الشان تاجدارِ ختم نبوت کانفرنس منعقد کی گئی۔ جس میں مولانا مفتی محمد ابراہیم سیالوی اور ان کے فرزند پروفیسر محمد سعید سیالوی کے علاوہ ملک کے نامور عالم و مصنف مولانا محمد اشرف سیالوی (وفات ۲۰۱۳ء) (۱۴۰) وغیرہ نے خطاب کیا اور مرزائی افکار بے نقاب کیے اور ۲۰۰۰ء سے ہر سال ماہ اکتوبر میں اسی مقام پر کانفرنس کا انعقاد ہوا، جس میں پنجاب بھر سے علماء اہل سنت مدعو کیے جاتے ہیں اور ''القمر ویلفیئر سوسائٹی تلہ گنگ'' اس کی منتظم ہوتی ہے۔

القمر ہسپتال تلہ گنگ کے مالک ڈاکٹر حافظ محمد بشیر ملک، القمر سوسائٹی کے صدر اور *پچنند کے باشندہ ہیں۔

*پچنند میں مرزائی گھرانوں کی تعداد تقریباً آٹھ اور ان کی عبادت گاہ پہلے سے موجود ہے لیکن اپنی دینی سرگرمیوں کے فروغ کے لیے گاؤں میں مرکز تعمیر کرنے کے لیے جگہ حاصل کرلی اور ۲۰۱۱ء میں اس پر کام شروع کردیا۔ اس پر مقامی علماء اہلسنت نے پھر قدم اٹھایا اور حکام کے نام ایک درخواست تیار کرکے اس پر مقامی افراد کے دستخطوں کے حصول کی مہم چلائی۔ پھر یہ درخواست اعلیٰ حکام کو پیش کی تاکہ مرزائیوں کی اس خلافِ آئین کارروائی پر قانون حرکت میں آئے۔ نیز اس فعل پر احتجاج و مذمت میں ایک کانفرنس مسجد محمدیہ میں منعقد کی جس میں *پچنند کے مولانا عبدالمجید کوکب و دیگر علماء اور تلہ گنگ کے موضع کوٹ گلہ کے صاحبزادہ مولانا سید عبدالرزاق شاہ نیز مولانا سلطان شمس العارفین سجادہ نشین چوکھنڈی شریف و خطیب جامع مسجد تلہ گنگ وغیرہ نے خطاب کیا (۱۴۱)۔

اور گزر چکا کہ مولانا گل محمد سیالوی نے کتاب ''قہریزدانی برسرِ دجال قادیانی'' جن احباب کی تحریک پر تالیف کی ان میں *پچنند کے سابق ناظم ملک عبدالرحمٰن شامل ہیں۔ نیز یہ

کتاب *پچنند میں تقسیم کی گئی، جس کے مثبت نتائج سامنے آئے۔

رتوچھہ

یہ گاؤں چوآسیدن شاہ سے جنوبی جانب محض دو کلومیٹر فاصلہ پر پہاڑی علاقہ میں ہے اور قیام پاکستان کے وقت تین سو تیرہ رضا کاروں کا جو دستہ مرکز کو قادیان سے پاکستان منتقل کرنے کے لیے قادیان میں سرگرم تھا اس میں ایک فرد رتوچھہ کا تھا۔ نیز ''وفات نامہ مولوی دلپذیر'' کا مصنف نور محمد بھی یہیں کا باشندہ تھا۔ (۱۴۲)

ان دنوں رتوچھہ کی مسلم آبادی مولانا حافظ عمر حیات کی معیت میں اس فتنہ کے تعاقب میں فعال ہے۔ حافظ عمر حیات جولائی ۱۹۵۷ء میں یہیں پر پیدا ہوئے اور دو سال کی عمر میں بینائی جاتی رہی لیکن دل و دماغ روشن ہیں۔ چوآسیدن شاہ میں مولانا سید کرم حسین شاہ دوالمیالوی سے قرآن مجید حفظ کیا نیز مزار سیدن شاہ کی مسجد میں محکمہ اوقاف کے خطیب مولانا غلام حسین ساکن بھٹی ولانہ سے تعلیم حاصل کی اور حاجی عبدالسبحان قادری ساکن سناواں تحصیل کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ سے بیعت کی۔ ۱۹۷۳ء میں ربوہ ریلوے اسٹیشن واقعہ کے نتیجہ میں جس ملک گیر تحریک ختم نبوت نے جنم لیا، اس موقع پر چکوال شہر میں بھی جلوس نکالا گیا۔ حافظ عمر حیات اس میں شریک تھے اور مرزائیت کے تعاقب میں ان کا یہ پہلا قدم تھا۔

مرشد کے حکم پر ۱۹۸۵ء میں رتوچھہ میں تعلیم قرآن کریم اور ردِ مرزائیت پر کام شروع کیا جو تا حال بحسن و خوبی جاری ہے۔ گھر میں ''دارالعلوم ختم نبوت'' قائم کیا نیز مسجد صدیق اکبر کے خطیب جمعہ ہیں۔ اسی کے ساتھ بارہ ربیع الاول کو میلادالنبی ﷺ کی فرحت و سرور کے اظہار میں جلوس گزشتہ سینتیس برس سے ان کے گھر سے شروع ہوتا ہے جو کسی مسجد، کھلے میدان یا سکول میں جلسہ کے انعقاد پر ختم ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں خواتین کی محفل میلاد اور دس محرم کو شہداء کربلا جلسہ کا اہتمام کرتے ہیں۔

رتوچھہ میں قبل ازیں ان کے استاذ مولانا سید کرم حسین شاہ دوالمیالوی اور ان کے فرزند مولانا سید عبدالحق شاہ نے ردِ قادیانیت پر تقاریر کے ذریعے خدمت اسلام انجام دی۔

کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں۔

اب حافظ عمر حیات ختم نبوت کانفرنس کا اہتمام کرتے ہیں جس کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں۔ اس عمل میں تحریک منہاج القرآن کے مبلغین و کارکنان بھی حصہ لیتے ہیں۔ کچھ عرصہ قبل سابق ڈپٹی کمشنر چکوال مصنف و محقق ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی اور سابق قادیانی و انجمن طلبہ اسلام لاہور کے کارکن عرفان محمود برق نے ختم نبوت کانفرنس رتوچھ میں خطاب کیا۔

۱۹۸۵ء میں مرزائیوں کو اسلامی شعائر کے استعمال سے روکنے کے لیے اسلام آباد میں ملک گیر ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد جاری تھا، تو رتوچھ میں مرزائی عورتوں نے اس کانفرنس کے شرکاء کو گلی محلّہ میں گالی گلوچ شروع کر دیا۔ اس پر حافظ عمر حیات ایک درخواست لے کر وفد کے ہمراہ تھانہ چوآسیدن شاہ پہنچے۔ تب پولیس اہلکار گاؤں آئے اور فریقین کو بٹھا کر مذاکرات کیے جس دوران مرزائی نمائندہ و سربراہ نے لکھ کر دیا کہ آئندہ فساد پھیلانے والی کوئی بات نہیں کی جائے گی۔

۱۹۹۸ء کے آغاز میں مرزائی لڑکے لڑکی کے نکاح کا معاملہ سامنے آیا تو مفتی چکوال مولانا محمد اکرام الحق اور مرکزی ناظم اعلیٰ منہاج القرآن علماء کونسل لاہور مفتی عبداللطیف قادری سے الگ الگ فتاوٰے حاصل کیے گئے جو مولانا حافظ عمر حیات کے ہاں محفوظ ہیں۔

رتوچھ کے مرزائی گھرانے اسلام کی آغوش میں آ رہے ہیں۔ چنانچہ ۲۰۰۶ء میں یہاں چونسٹھ گھر تھے جو ۲۰۱۵ء میں تعداد چالیس تک آ گئی ہے۔ ان کا اپنا عبادت خانہ موجود اور اب قبرستان الگ کرنے کی مہم جاری ہے(۱۴۳)۔

کلر کہار

قیام پاکستان کے مرحلہ پر جن مرزائی رضا کاروں نے مرکز کو قادیان سے پاکستان منتقل کرنے میں حصہ لیا، ان میں ایک شخص کلر کہار کا باشندہ تھا۔ کچھ عرصہ بعد نواحی قصبہ بوچھال کلاں کا ایک آدمی کلر کہار میں مرزائی گروہ کا مربی مقرر ہوا۔

کلر کہار میں ختم نبوت کے حوالے سے متعدد جلسے ہوئے جن میں مولانا گامن شاہ، مفتی فیض رسول اور مولانا محمد عمر اچھروی تشریف لائے۔ ۱۹۷۲ء کا واقعہ ہے کہ کلر کہار میں جشن عید میلاد النبی ﷺ کے جلوس کے بینر لگائے گئے۔ جن میں سے ایک دو بینر، ایک

مرزائی نیاز قطب کی دیوار سے باندھے گئے تھے۔ جب جلوس گزر گیا تو نیاز قطب نے بینر پھاڑ کر پاؤں میں روندے اور اہل اسلام کو برا بھلا کہا۔ اطلاع ملنے پر پورا شہر سڑکوں پر نکل آیا اور گھروں میں بوڑھے و عورتیں رہ گئیں۔ چار پانچ ہزار کے لگ بھگ افراد جلوس کی شکل میں تھانہ کلر کہار پہنچے اور غلام مصطفےٰ ولد علاء الدین کی مدعیت میں مقدمہ درج کرایا گیا۔

چکوال کی عدالت میں مقدمہ چلا اور مجرم کو چار سال سزا ہوئی۔ پھر سیشن کورٹ جہلم میں گیا تو سزا میں اضافہ کر کے چھ برس کر دی گئی۔ لاہور ہائی کورٹ میں اپیل تھی کہ اسی دوران مجرم جیل میں ہی مر گیا۔ یہ فیصلہ ریذیڈنٹ مجسٹریٹ چکوال قاضی حبیب الرحمٰن نے کیا تھا جن پر حکومت وقت کی طرف سے شدید دباؤ تھا مگر انہوں نے حق پر فیصلہ کیا۔

حکیم غلام مصطفےٰ نقشبندی جن کی مدعیت میں یہ مقدمہ درج ہوا وہ ۱۹۵۵ء میں پیدا ہوئے۔ حکیم و طبیب حاذق اور شاعر ہیں۔ اردو، پنجابی، سرائیکی، انگریزی زبانوں میں حمد و نعت اور علماء و اولیاء اللہ کے مناقب موزوں کیے۔ اشعار کی تعداد پندرہ ہزار سے زائد، جن کی ایک ہی نام ''مقامِ عشق'' سے اشاعت جاری اور چھ اجزاء چھپ چکے ہیں۔ ان دنوں کلر کہار میں مطب ہے نیز ہر جمعہ کو محفل کا اہتمام کرتے ہیں۔

۲۰۰۹ء میں علاقہ کے مرزائیوں نے کلر کہار کے نواح میں تبلیغی مرکز بنانا چاہا تو شہر کے زعماء اور انجمن نوجوانِ اسلام کے ذمہ داران و اراکین نے ڈپٹی کمشنر چکوال کے ہاں جا کر اسے رکوایا۔ کلر کہار میں اب چار پانچ مرزائی گھرانے ہیں جن کا عبادت خانہ ہے اور قبرستان شہر سے باہر ہے(۱۴۴)۔

وَریامال

مرزائی رضا کاروں کے جس دستہ نے قیام پاکستان کے مرحلہ پر مرکز قادیان سے آخری اہم و ضروری سامان نیز بقیہ افراد کو یہاں منتقل کیا اور پھر خود اپنے گھروں کو لوٹے، ان میں ایک موضع وریامال کے آنریری کپتان شیر ولی تھے جو بعد ازاں مرزائی جماعت کے دوسرے پیشوا مرزا بشیر الدین محمود کے محافظ دستہ کے نگران رہے۔ یہ گاؤں تحصیل چکوال کے موضع کریالہ سے نزدیک واقع اور ان دنوں وہاں بارہ کے قریب مرزائی گھرانے ہیں

لیکن ان کی الگ شناخت کا مرحلہ ابھی طے نہیں ہوا اور نکاح و جنازہ، عبادت گاہ و قبرستان کا الگ اہتمام نہیں اور اس پہلو سے مخلوط معاشرہ و ماحول ہے۔ چنانچہ ۲۲ مارچ ۲۰۰۵ء کو کپتان شیر ولی کی بیٹی فوت ہوئی تو طے کرنا مشکل و متنازع ہو گیا کہ مسلمان تھیں یا اپنے باپ کی طرح مرزائی۔

ان دنوں نواحی گاؤں کھوکھر زیر (۱۴۵) کے مولانا حافظ عبدالرزاق (پیدائش ۱۹۵۵ء) وریامال میں ۱۹۹۸ء سے امام و خطیب تھے۔ جن کی معلومات و تحقیق کے مطابق مرنے والی خاتون مرزائی تھیں، چنانچہ وہ نماز جنازہ کی امامت و تدفین کے اعمال و افعال سے الگ و دور ہو گئے۔ ادھر متوفیہ کے بھائی عبداللہ جو گاؤں کے بااثر افراد میں سے تھا، ان کا اصرار تھا کہ وہ مسلمان تھیں۔ چنانچہ نماز جنازہ ادا کی گئی۔ اس واقعہ پر گاؤں میں شورش برپا ہو گئی اور مسلمان دو گروہوں میں بٹ گئے۔ کچھ مولانا عبدالرزاق کے حامی اور دیگر مخالفت پر جمع ہو گئے۔ تب معاملات مقدمات و لڑائی جھگڑا تک پہنچ گئے۔

عبداللہ جو ربوہ میں والد کے ساتھ مقیم رہے اور وہیں پر چھٹی جماعت تک تعلیم پائی اور باپ کی وفات کے بعد انہیں ربوہ مرکز سے ہر ماہ مالی امداد بھی وریامال میں موصول ہو رہی تھی۔ نیز گاؤں میں لوگوں کو مرزائیت جانب راغب کرنے کے شواہد بھی موجود تھے۔ اب عبداللہ کا بیان و اصرار تھا کہ میرے خاندان کا مرزائیت سے کوئی تعلق نہیں۔ چنانچہ عبداللہ دیگر اہم حامی افراد کے ہمراہ چکوال شہر کے علماء کی خدمت میں پہنچے اور مولانا مفتی محمد اکرام الحق، مولانا حافظ عبدالحلیم نقشبندی و دیگر علماء کے سامنے مختلف اوقات میں حلفیہ بیان دیا کہ میں سچا سنی العقیدہ مسلمان ہوں اور ختم نبوت پر ایمان رکھتا ہوں، میرا قادیانی گروہ سے کوئی تعلق نہیں۔ مفتی اکرام الحق نے ۱۰ مئی ۲۰۰۵ء کو تحریر بعنوان ''فیصلہ قرآن و سنت کی روشنی میں'' کے ذریعے اسے پابند کیا کہ اپنے عقیدہ کا اعلان گاؤں کے عوام کے سامنے کرے تاکہ ماضی کے شک و شبہات کا ازالہ ہو۔ اگر ایسا نہ کرے تو اس کا عقیدۂ اہل سنت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہو گا۔ لیکن عبداللہ نے اس شرعی فیصلہ پر عمل نہیں کیا اور اس کے محض پچیس دن بعد ۴ جون ۲۰۰۵ء کو سات افراد پر درخواست مقدمہ دائر کر دی۔ جن میں امام و خطیب مولانا عبدالرزاق شامل تھے، جنہیں جنازہ کے واقعہ سے فوری بعد مسجد سے الگ کر دیا گیا تھا۔

مقدمہ کی زد میں آنے والے دیگر چھ افراد میں بعض تحریک منہاج القرآن کے سرگرم کارکن تھے۔ درخواست و مقدمہ میں مدعی نے موقف اختیار کیا کہ میں مسلمان ہوں اور یہ لوگ مجھے کافر کہتے ہیں۔ چنانچہ یہ لوگ گرفتار کیے گئے اور وریامال میں سات برس امامت و خطابت کے فرائض انجام دینے والے مولانا عبدالرزاق تین دن جیل میں رہے۔ یہ مقدمہ چار برس ۲۰۰۹ء تک جاری رہا۔ بالآخر عدالت نے تمام ملزمان کو بری کر دیا۔

عبداللہ نے وفات پائی تو اس کی نماز جنازہ بھی مقامی امام نے ادا نہیں کی نیز گاؤں کے اکثر لوگ بھی جنازہ میں شریک نہیں ہوئے۔ وریامال کی فضا ابھی تک مکدر ہے۔ (۱۴۶)

بھون

چکوال سے کلرکہار جانے والی سڑک پر قصبہ بھون واقع ہے۔ جو ماضی قریب تک چکوال ضلع کا آخری ریلوے سٹیشن تھا۔ حافظ حاجی مہر خان ولد غلام حیدر (پیدائش ۱۹۵۴ء بھون) کے بقول ۱۹۵۸ء میں کشمیری مہاجرین کا قافلہ بھون وارد و آباد ہوا، یہ لوگ مرزائی تھے۔ اب یہ لوگ دو محلوں میں آباد اور ان کی تعداد تقریباً پانچ سو افراد ہے۔ بھون کا مقامی کوئی باشندہ مرزائی نہیں (۱۴۷) ان میں سے ایک محلّہ کی مسجد قاضیاں والی میں چھمی نزد کلرکہار کے مولانا افتخار احمد چشتی عرصہ دراز سے خطیب واس جانب متوجہ ہیں۔

جبکہ دوسرا نیا محلّہ میرا نامی ہے جہاں کی مرزائی عورتوں نے مسلمانوں میں اپنے افکار پھیلانے کی کوشش کی تو اہل محلّہ کی تشویش و خواہش پر اس محلّہ کی مسجد غوثیہ میں ۲۰۱۴ء میں ختم نبوت کانفرنس منعقد کی گئی۔ جس میں چکوال شہر کے اہم عالم و مرکزی مسجد حنفیہ رضویہ کے امام و خطیب مولانا مفتی سید محمد لقمان شاہ نیز مولانا محمد ندیم سیالوی اور مولانا مختار حسین چشتی نے خطاب کیا۔ جس میں کفریات مرزا اور ان کے غیر مسلم ہونے کے دلائل پیش کیے۔ محلّہ میں اس جلسہ کے مثبت اثرات سامنے آئے۔

مولانا محمد ندیم سیالوی بھون سے چار کلومیٹر دور گاؤں رہنہ سادات میں جنوری ۱۹۸۶ء میں پیدا ہوئے۔ دارالعلوم ضیاء القرآن سہگل آباد تحصیل چکوال میں تعلیم پائی اور

مدرسہ اسلامیہ غوثیہ چکوال میں مفتی سید محمد لقمان شاہ کے ہاں دورۂ حدیث کیا۔ ۲۰۱۲ء سے ۲۰۱۴ء تک پونے تین سال بھون کی مرکزی مسجد مغل والی میں امام وخطیب رہے وہاں بھی ہر برس ماہ ستمبر میں ردِ مرزائیت پر خطبہ جمعہ دیا (۱۴۸)۔

جبکہ مولانا مختار حسین چشتی دسمبر ۱۹۸۰ء کو تحصیل تلہ گنگ کے موضع مورت میں پیدا ہوئے۔ چکوال میں مولانا سید محمد زبیر شاہ اوران کے فرزندان سے تعلیم مکمل کی اور مسجد انوارِ محمدیہ عرف مسجد ترکھاناں بھون میں امام وخطیب ہیں (۱۴۹)۔

چند برس قبل مرزائیوں کو مسلمانوں کے قبرستان میں تدفین سے روکا گیا۔ اس مطالبہ و احتجاج میں مقامی علماء وعوام اور مقامی تنظیموں، میلاد کمیٹی، لبیک یا رسول اللہ ﷺ فورس، انجمن اسیرانِ زلف رسول ﷺ، انجمن غلامانِ اہل بیت، انجمن مہریہ نصیریہ کے کارکنان نے حصہ لیا۔ تب معاملہ پولیس اور اسسٹنٹ کمشنر تحصیل چکوال تک پہنچا جو موقع پر آئے اور معاملہ پرامن طریقہ سے طے ہوا، مرزائیوں کا قبرستان الگ ہوا۔

دوسرے واقعہ میں مرزائیہ نے اپنی عبادت گاہ کی تعمیر جدید پر اس میں محراب بنانے کی کوشش کی۔ جس پر عوامی دباؤ کے ذریعے انہیں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کے مطابق اسلامی شعائر کے استعمال سے روکا گیا۔

مولانا خان ملک کھیوالی

چکوال سے جہلم جانے والی سڑک پر شہر سے بارہ کلومیٹر فاصلہ پر ایک گاؤں ''کھیوال'' نام کا ہے۔ جس میں مختلف ادوار میں تیرہ سے زائد علماء ہوگزرے، جن میں سب سے اہم و مشہور مولانا خان ملک کھیوالی ہیں۔ جن کی تالیف ''قانونچہ کھیوالی'' مطبوع و دینی مدارس میں رائج ہے۔ انہی مولانا خان ملک کھیوالی کا مرزا قادیانی نے اپنے اولین متبعین میں خود ذکر کیا۔ جس پر کہا گیا کہ ان کے مرزائی ہونے کی یہ واضح دلیل وثبوت ہے۔ مرزا کی اس تحریر کے متعلق ہماری تحقیق ورائے یہ ہے:

مولانا خان ملک کھیوالی کے حالات اور سال وفات دست یاب نہیں اور ان کی قبر کھیوال کے بڑے قبرستان میں ہے۔ لہٰذا ان کے احوال جاننے اور حقیقت تک پہنچنے کے لیے راقم سطور نے مرزا غلام کی تصانیف نیز مرزائیت کی تاریخ پر مرزائی مؤرخ کی ضخیم

تصنیف ''تاریخ احمدیت'' کی ورق گردانی کی اور کھیوال کے تین اہم افراد سے ملاقاتیں اور اس موضوع پر گفتگو کی۔

۲۷ دسمبر ۱۸۹۲ء کو قادیان میں تین روزہ مرزائی جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں پانچ سو کے قریب لوگ جمع ہوگئے۔ جن میں قادیان سے باہر دور دراز سے آئے ہوئے لوگوں کی تعداد ۳۲۷ تھی جن کے ناموں کی فہرست مرزا نے خود ''آئینہ کمالات اسلام'' میں پیش کی جو اگلے برس چھپی۔ اس میں آج کے ضلع چکوال کا ایک آدمی شامل جو چکوال شہر کا باشندہ تھا (۱۵۰)۔

بعد ازاں مرزا غلام قادیانی نے اپنے اولین تین سو تیرہ متبعین کے ناموں کی فہرست ''ضمیمہ انجام آتھم'' میں خود پیش کی جو ۱۸۹۷ء میں شائع ہوئی۔ اس فہرست میں مولانا خان ملک کھیوالی نیز ان کے بیٹا مولوی عبدالرحمٰن کھیوالی کے نام موجود ہیں (۱۵۱) اور ''تاریخ احمدیت'' میں محض اسی پس منظر میں نام درج ہے (۱۵۲)۔

علاوہ ازیں ''قانونچہ کھیوالی'' کو حسب ضرورت تیار کر کے مرزائی مدرسہ کے نصاب میں شامل کیا گیا۔ اس بارے میں مرزائی مؤرخ یوں رقم طراز ہے:

''صَرف میں قانونچہ کھیوالی مصنفہ مولوی خان ملک صاحب کا زبانی یاد کرنا لازمی تھا ...... چونکہ قانونچہ پنجابی زبان میں تھا، اس کے قوانین کا مختصر سا خلاصہ اردو میں لکھوایا گیا جو مولوی عبداللطیف صاحب بہاولپور نے مرتب کیا اور وہی کورس میں رکھا گیا'' (۱۵۳)۔

کھیوال کے مذکورہ ذیل تین افراد جن میں سے دو کا مولانا خان ملک کے گھرانہ سے نسبی تعلق ہے، ان کے نام و بیانات یہ ہیں:

(۱) حاجی چوہدری محمد اورنگزیب ولد حاجی غلام محمد
(۲) عبدالباسط ولد محمد جمیل
(۳) محمد اقبال ولد حکیم حاجی محمد الیاس شکوری

حاجی اورنگزیب ۱۹۳۵ء میں کھیوال میں پیدا ہوئے، پاک فوج میں صوبیدار میجر رہے۔ شاعر و مقرر، مذہبی مزاج اور صوفیہ کے سلسلہ چشتیہ میں خانقاہ گولڑہ کے سجادہ نشین حضرت سید غلام محی الدین گیلانی عرف بابو جی سے بیعت کی۔ حاجی اورنگزیب کا بیان ہے

کہ میں نے مولانا خان ملک کی پوتی سے قرآن مجید کی تعلیم پائی اور وہ میری ہی نہیں پورے گاؤں کی استاذ تھیں۔ اور اہل سنت و جماعت کے عقائد و معمولات پر کاربند تھیں۔ انکے والد کا نام عبدالرحمٰن اور بھائی مبارک احمد جبکہ بیٹے کا نام محمد خان تھا۔ عبدالرحمٰن قادیان شہر میں مرزائی مدرسہ میں استاذ تھے وہیں وفات پائی اور مبارک بھی قادیان اور پھر ربوہ کے مرزائی مدرسہ میں پڑھاتے تھے، ربوہ میں ہی وفات پائی اور پھر قبر بنی۔ اس خاتون اور ان کے بیٹے محمد خان کا مرزائی افکار سے کوئی تعلق نہیں۔ ہمارے اس گھرانہ سے گہرے مراسم رہے اور محمد خان نے ہی مجھے فوج میں بھرتی کرایا اور میں اس کی نماز جنازہ میں بھی شریک تھا۔ اور مولانا خان ملک کھیوالی مرزا کے دعاوی سامنے آنے سے قبل وفات پا چکے تھے۔
(۱۵۴)

عبدالباسط تقریباً ۱۹۳۸ء میں کھیوال میں پیدا ہوئے اور مولانا خان ملک کی بیٹی کے پوتا ہیں۔ ان کے والد مولانا محمد جمیل ولد عبدالکریم نے تقریباً ۱۹۴۷ء میں وفات پائی وہ کھیوال کی مسجد میں امام وخطیب تھے۔ اسی مسجد میں خود عبدالباسط بھی چار پانچ برس امام و خطیب رہے بعد ازاں بیرون ملک چلے گئے۔ عبدالباسط کے بقول، مولانا خان ملک کا مرزائیت سے کوئی تعلق نہ تھا (۱۵۵)۔

محمد اقبال کے والد کھیوال کے نواحی گاؤں پنوال کے باشندہ لیکن کھیوال میں مقیم رہے اور محمد اقبال ۳ مارچ ۱۹۵۶ء کو پیدا ہوئے۔ چکوال شہر میں مقیم اور کپڑے کی تجارت سے وابستہ ہیں۔ ان کے گھرانہ کے بعض افراد تحریک منہاج القرآن سے متعلق ہیں۔ محمد اقبال کی نانی، مولانا خان ملک کی پوتی اور مبارک احمد کی بہن تھیں۔ محمد اقبال کا بیان ہے کہ ۱۹۷۴ء میں مرزائیوں کو پاکستانی آئین میں غیر مسلم قرار دیا گیا تو ان دنوں میں کالج کا طالب علم تھا۔ اس موقع پر میری نانی نے مجھ سے ایک خط اپنے بھائی مبارک کے نام لکھوایا۔ جس میں لکھا کہ تم احمدیت سے تائب ہو کر ہم سے آملو، یہ آخری موقعہ ہے وگرنہ ہمارا تم سے کوئی تعلق نہ رہے گا۔ مبارک ربوہ میں مقیم تھا، اس پر بہن کے اس خط کا کوئی اثر نہ ہوا، چنانچہ بعد ازاں بہن بھائی کے درمیان تعلق و رابطہ منقطع ہو گیا تا آنکہ دونوں نے وفات پائی تو تعزیت کے لیے بھی کوئی فرد ایک دوسرے کے ہاں نہیں گیا۔ مبارک کی اولاد انہی کے

افکار و عقیدہ پر اور شاید ملک سے باہر چلے گئے ہیں (۱۵۶)۔

گویا کھیوال کے یہ تینوں افراد اس پر متفق ہیں کہ مولانا خان ملک کا مرزائیت سے کوئی تعلق نہ تھا۔ تو پھر مرزا غلام نے فہرست میں نام کیوں دیا، قانونچہ کھیوالی کو مرزائیوں نے پذیرائی کیوں دی، اور مولانا خان ملک کی نسل میں مرزائی فکر کہاں سے اور کیسے پہنچی؟ ان سوالات کا جواب و جائزہ یہ ہے:

مولانا خان ملک کے بیٹے عبدالرحمٰن کھیوالی نے مرزائی افکار و عقیدہ اپنے متلون مزاج، غیر مقلد استاذ برہان الدین جہلمی کی صحبت سے اخذ کیے، اپنے والد مولانا خان ملک سے نہیں۔ چنانچہ مرزائی مؤرخ کی متعلقہ عبارت یہ ہے:

''مولوی برہان الدین (غالباً ۱۸۳۰ء۔ ۳ دسمبر ۱۹۰۵ء) نے ۲۵ سال کی عمر میں دہلی جا کر سید نذیر حسین دہلوی سے علم حدیث حاصل کیا، تقریباً ۱۸۶۵ء میں وطن آ کر اہل حدیث تحریک کے پر جوش علم بردار ہوئے۔ عالم، طبیب، شاعر تھے۔ پہلے باؤلی شریف کے ایک بزرگ کی شاگردی اختیار کی پھر مولوی عبداللہ غزنوی کی صحبت میں کئی سال گزارے۔ بعد ازاں حضرت پیر صاحب کوٹھہ شریف سے اظہار عقیدت کیا۔ پھر ۲۰ جولائی ۱۸۹۲ء کو مرزا قادیانی کی بیعت کی۔ جہلم کے قبرستان میں دفن ہے۔ مولوی محمد حسین بٹالوی کے ساتھی رہے۔ برہان الدین کے شاگردوں میں حافظ عبدالمنان وزیر آبادی، مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی، مولوی محمد عرفان ڈونگا گلی مری، مولوی حشمت علی راجوروی، مولوی مبارک علی سیالکوٹی، مولوی عبدالرحمٰن کھیوالی، مولوی محمد قاری جہلمی ہیں۔ مؤخر الذکر تین احمدی ہوئے'' (۱۵۷)۔

یوں جب استاذ برہان الدین جہلمی مرزائی ہوا تو متعدد شاگرد بھی ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے اور مولانا خان ملک کے پوتا مبارک احمد کو مرزائیت اپنے باپ عبدالرحمٰن کھیوالی سے منتقل ہوئی۔ مبارک احمد کھیوال میں پیدا ہوا، والد کے علاوہ مرزائی مدرسہ قادیان کے دیگر اساتذہ سے تعلیم حاصل کی پھر قادیان و ربوہ میں خود استاذ رہا (۱۵۸)۔

مولانا خان ملک علم صرف و نحو کے عظیم ماہر و مدرس تھے اور دور دراز کے طلباء اس کی تحصیل کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ ان کے شاگردوں میں کھیوال سے کچھ

ہی فاصلہ پر واقع نقشبندی مجددی خانقاہ ترمنی شریف کے سجادہ نشین مولانا سید میر احمد غوث (وفات ۱۹۵۶ء) کے علاوہ ضلع اٹک کی مشہور خانقاہ مَیرا شریف کے خلیفہ وسجادہ نشین مولانا احمد خان چکڑالوی (۱۸۷۰ء۔۱۹۳۱ء) جیسے مشاہیر واکابرین شامل ہیں (۱۵۹) اور قانونچہ کھیوالی بھی ایک شاگرد نے مرتب کی۔ جو علم صَرف کی تدریسی کتاب ہے، کسی اسلامی شرعی علوم کی کتاب نہیں۔ لہذا اس کا مرزائی مدارس میں پڑھایا جانا، مصنف کے عقیدہ پر دلیل نہیں۔ بلکہ مرزائی مدارس میں اسلامی شرعی علوم پر متعدد مسلم اکابرین کی تصانیف پڑھائی جاتی ہیں کیونکہ مرزائی فکر کی بقا اور مسلمانوں میں گھسنے کے لیے ضرورت ٹھہریں۔ ان کتب میں ابن تیمیہ کی منہاج السنۃ، ابن قیم کی اعلام الموقعین، ابن عربی کی فصوص الحکم، غزالی کی احیاء العلوم، زرقانی، الاشباہ والنظائر (۱۶۰) اور قدوری، شرح وقایہ، مقدمہ ابن خلدون شامل تھیں۔

یاد رہے اہل سنت عالم مولانا حمید الدین صدیقی نے قانونچہ کھیوالی کی شرح عقدۃ اللآلی لکھی جو ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۸ء یعنی مرزا غلام کی زندگی میں لاہور سے چھپی (۱۶۱)۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی فکری واعتقادی زندگی کے تین ادوار ہیں۔ وہ سوادِ اعظم اہل سنت کے گھرانہ میں پیدا ہوا۔ ابتدائی زمانہ میں قرآن مجید کے علاوہ بخاری، مثنوی رومی اور دلائل الخیرات، تذکرۃ الاولیاء، فتوح الغیب اور سفر السعادت پڑھتے (۱۶۲) اور ۱۸۶۴ء سے ۱۸۶۸ء تک سیالکوٹ میں بطور کلرک ملازم رہا۔ جس دوران نقشبندی سلسلہ میں خواجہ محمد خان عالم (وفات ۱۸۷۲ء) سے بیعت کی (۱۶۳) جو ضلع گجرات کے موضع کہری میں پیدا ہوئے اور جہلم وکھاریاں کے درمیان جی ٹی روڈ پر واقع موضع باؤلی میں مزار واقع ہے (۱۶۴) تا آنکہ چھ ستمبر ۱۸۸۳ء کو ''فتوح الغیب کے ایک صفحہ کی تشریح'' لکھی جو الفضل میں مطبوع ہے (۱۶۵)۔ مرزا کی فکری زندگی کے دوسرے دور کا آغاز سیالکوٹ چھوڑنے کے کچھ عرصہ بعد ہوا، جب آریہ وعیسائی پادریوں سے مناظرہ میں نام پایا اور غیر مقلد علماء کے منظور نظر ہوئے اور انہی کی سرپرستی میں کتاب ''براھین احمدیہ'' تصنیف کی۔ مرزا کی زندگی کے تیسرے دور کی ابتداء براھین احمدیہ کی اشاعت سے ہوئی، جس کے پہلے دو حصے ۱۸۸۰ء، تیسرا ۱۸۸۲ء اور چوتھا ۱۸۸۴ء میں شائع ہوئے (۱۶۶) اس کتاب کے مندرجات سے

مرزا کے باطل افکار سامنے آنا شروع ہوئے اور ۱۸۸۹ء میں ''جماعت احمدیہ'' بناڈالی اور لوگوں سے بیعت لینا شروع کی۔ تا آنکہ ۱۹۰۱ء میں نبوت کا دعویٰ کر دیا (۱۶۷)۔

اور مرزا غلام کی زندگی کے مذکورہ دوسرے دور کے اعمال کی وجہ سے متعدد مسلم اکابرین اس سے حسن ظن رکھتے تھے۔ عین ممکن ہے مولانا خان ملک انہی میں سے ایک ہوں اور وفات کے بعد بیٹا عبدالرحمٰن کھیوالی نے اسی بنیاد پر والد کا نام مرزا غلام سے ذکر کیا اور اس نے تین سو تیرہ کی فہرست میں شامل کرلیا، جو مرزائیوں کے ہاں واحد دلیل وثبوت ٹھہرا۔

پیر طریقت صاحبزادہ حسنین محمود شاہ نقشبندی (پیدائش ۱۹۶۰ء)

آخر میں ان تین محبان علم کا ذکر ضروری ٹھہرا جنہوں نے ''اہل چکوال اور مرزائیت'' کے موضوع پر لکھنے میں، معلومات جمع کرنے اور اس غرض سے سفری ودیگر سہولیات مہیا کرنے میں راقم سطور کی معاونت وسرپرستی کی۔ ان میں پہلا نام پیر طریقت صاحبزادہ حسنین محمود شاہ کا ہے جو دوالمیال سے محض ڈیڑھ دو کلومیٹر فاصلہ پر گاؤں تترال میں پیدا ہوئے۔ اپنے جلیل القدر والد مشہور عارف باللہ، سالک ومجذوب پیر امیر شاہ نقشبندی مقیم چاتلی نیز اپنی عارفہ کاملہ دادی مرحومہ سے تربیت وروحانی فیض پایا۔ پھر نقشبندی خانقاہ کھمکول کے بڑے پیر صاحب سے بیعت کی اور اوراد وظائف نیز تعویذات کی اجازت پائی۔ جن کی وفات پر علاقہ تلہ گنگ کے پیر طریقت میجر محمد یعقوب نقشبندی سیفی سے ۲۰۰۳ء میں بیعت کی اور تربیت کے بعد سیفی سلسلہ کے سرتاج افغانستان کے نامور عارف باللہ و عالم جلیل اخوندزادہ مولانا پیر سیف الرحمٰن مبارک مدفون لاہور سے نقشبندی ودیگر سلاسل صوفیہ میں خلافت پائی اور ان دنوں چکوال کی نقشبندی خانقاہ میں مریدین کی تربیت وتزکیہ میں مصروف نیز چھمبی نزد چوآسیدن شاہ میں بچیوں کے مدرسہ کے بانی وسرپرست ہیں۔

دوالمیال کے پڑوسی گاؤں کے سابق باشندہ ہونے کی وجہ سے مرزائی فتنہ پر بخوبی آگاہ ہیں۔ چنانچہ جیسے ہی اس موضوع پر لکھنے کی خبر ہوئی آپ ہر دم منسلک رہے اور معلومات تک رسائی کے لیے رتوچھ سے ضلع چکوال کے مغربی کونہ کے مقام کوٹ گلہ تک اسفار میں میری مدد وراہ نمائی کی۔

مولانا صاحبزادہ محمد حبیب الرحمٰن سیالوی (پیدائش ۱۹۵۶ء)

آپ کے دادا مولانا حکیم عبدالرحیم اور والد مولانا حکیم حافظ محمد اسحاق، نیز چھوٹے بھائی مولانا حافظ محمد حفیظ الرحمٰن غزالی کی ردِ مرزائیت میں خدمات کی ایک جھلک اپنے اپنے مقام پر گزر چکی۔

جبکہ صاحبزادہ حبیب الرحمٰن سیالوی چکوال شہر میں پیدا ہوئے۔ امام وخطیب اور نعت خوان ہیں۔ نیز وسیع مطالعہ اور کتاب کے قدرداں ومحافظ ہیں۔ مرکزی مسجد حنفیہ رضویہ چکوال کے پہلو میں تجارتی بنیادوں لیکن محض خدمت دین حنیف کے جذبہ سے ''مکتبہ رضویہ'' قائم کیا جو پندرہ برس کے قریب قائم وجاری رہا۔ آپ کے فرزند صاحبزادہ محمد انیس الرحمٰن (پیدائش ۱۹۸۵ء) بھی حافظ وعالم اور چکوال کے ائمہ وخطباء میں سے ہیں۔

مرزائیت کے موضوع پر لکھنے کی ضرورت کو اہم خیال کرتے ہوئے صاحبزادہ حبیب الرحمٰن سیالوی نے راقم سطور کو اپنے گراں بہا خاندانی ذخیرہ کتب سے استفادہ کا بھرپور موقع دیا نیز اپنی ذمہ داریوں ومعاملات کی پروا کیے بغیر معلومات کی کھوج میں ہر لحہ معاونت وساتھ دیا۔

مولانا حافظ محمد عبدالحلیم نقشبندی (پیدائش ۱۹۴۹ء)

چکوال شہر سے پندرہ کلومیٹر دور گاؤں کھوکھر زیریں میں پیدا ہوئے اور مدرسہ اسلامیہ اشاعت العلوم چکوال میں ملک کے مشہور عالم، محدث ومحقق مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری (وفات ۲۰۰۷ء) نیز مفتی چکوال مولانا محمد اکرام الحق، حافظ غلام ربانی انوار آباد چکوال کے علاوہ علامہ غلام محمد سیالوی، علامہ محمد رفیق چشتی، علامہ نیاز احمد اور شیخ الحدیث مولانا محمد اشرف سیالوی وغیرہ سے تعلیم پائی اور حضرت پیر صاحبزادہ محمد مطلوب الرسول سے نقشبندی سلسلہ میں بیعت ہیں۔ آپ حافظ، عالم، مدرس، مصنف وشاعر، استاذ العلماء، سماجی خدمات میں سرگرم اور ضلع کے نمایاں علماء میں سے ہیں (۱۶۸)۔

۲۴ ستمبر ۱۹۷۲ء کو چکوال شہر کے محلہ لائن پارک کی مسجد حیات النبی میں مدرسہ انوار الاسلام غوثیہ رضویہ کی بنیاد رکھی۔ تب سے اب تک اسی مسجد کے امام وخطیب اور مدرسہ

کے نگران وصدر مدرس ہیں۔ ان مشاغل ومصروفیات کے ساتھ تصنیف واشاعت کے اعمال سے گہرا شغف ہے اور ان کی بیس سے زائد مطبوعہ تصانیف خود راقم السطور کی نظر سے گزریں۔ جو حدیث وفقہ، اسلامی عقائد وارکان، قربانی، زکوٰۃ، اعتکاف، سود، طلاق، تکفین وتدفین، خواتین کے شرعی مسائل، صرف ونحو، سیر وسوانح، سفرنامہ کے موضوعات پر اور طلباء وعوام کے لیے مفید ہیں۔ آپ کے فرزند صاحبزادہ ظہیر احمد بھی حافظ وعالم اور مسجد ومدرسہ کے اعمال وذمہ داریوں میں والد کے معاون اور شہر کی ایک اور اہم مسجد میں خطیب ہیں۔

ردِ قادیانیت میں مولانا عبدالحلیم نقشبندی کی خدمات میں سے ہے کہ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں شہر سے گرفتار کیے گئے علماء میں سے ایک تھے اور ۲۰۱۴ء میں اسی مسجد میں ختم نبوت کانفرنس کا اہتمام کیا جس میں سابق ڈپٹی کمشنر چکوال ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی معاون وموجود تھے اور سابق قادیانی عرفان محمود برق مدعو کیے گئے جنہوں نے موضوع کی مناسبت سے بھرپور خطاب کیا۔

علاوہ ازیں بیرون ملک بالخصوص یورپ وافریقہ میں جاری مرزائی سرگرمیوں پر مطلع ہوئے تو اس جانب حکام وعوام کو متوجہ کرنے نیز دوالمیال میں مسجد کے تنازعہ کے حل وتصفیہ کے لیے ۲۰۱۵ء میں ''قرار داد چکوال'' پیش کی۔ اور اسی دوران اس موضوع پر مستقل کتاب ''عقیدہ ختم نبوت'' تالیف کی۔ جو پہلی بار ۱۴۳۷ھ/۲۰۱۶ء میں تحریک فروغ اسلام چکوال نے ۱۲۵ صفحات پر شائع کی۔ جس پر سابق ڈپٹی کمشنر ضلع چکوال ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی نے دیباچہ لکھا اور جامعہ مظہریہ امدادیہ بندیال کے پرنسپل وگورنمنٹ ڈگری کالج قائد آباد ضلع خوشاب کے ایسوسی ایٹ پروفیسر مولانا صاحبزادہ محمد ظفر الحق بندیالوی نے تقریظ لکھی۔ نیز ضلع چکوال میں مرزائیت کی آمد ومحاسبہ کی تاریخ پر راقم سطور نے یہ مضمون انہی کی تحریک وخواہش پر قلم بند کیا۔ جو ''عقیدہ ختم نبوت'' کے آخر میں بہ طور ضمیمہ شائع کیا اور اب دیگر احباب کے اصرار پر الگ کتابی شکل میں پیش ہے۔

☆☆☆☆

قراردادِ چکوال

ضلع چکوال کے علماء ومشائخ اور مذہبی حلقوں کی قرارداد

سیدنا ومولانا محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ورسول ہیں۔ان کے بعد تا قیامت کوئی نبی ورسول، تشریعی وغیر تشریعی مبعوث نہیں ہوگا۔سیدنا عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے اور نبی ورسول اللہ تھے، جو زندہ اٹھائے گئے اور قربِ قیامت ان کا نزول ہوگا۔امام مہدی الگ شخصیت ہیں جو آخر زمانہ میں پیدا وظاہر ہوں گے۔علاوہ ازیں ہر صدی ہجری کے آغاز پر مجدد اسلام کا وجود ہونا صحاح ستہ کی حدیث سے ثابت اور مندرجہ بالا تمام امور سوادِ اعظم اہل سنت وجماعت کے عقائد میں سے ہیں۔ان کا منکر کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے، مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے تمام متبعین وماننے والے اسی زمرے میں آتے ہیں۔جیسا کہ اکابر علماء اسلام کے جاری کردہ فتاوے اور اسلامی تحقیقی اداروں اور جامعات کے بیانات وقراردادوں سے بخوبی واضح ہے۔

لہٰذا ''قراردادِ چکوال'' کے ذریعے پاکستانی عوام سے ہماری درخواست ہے کہ ملک میں مرزائیوں کی ملکیت تجارتی ادارے، جو اپنے افکار وعقیدہ کو پاکستان وبیرونی دنیا میں پھیلانے میں مالی معاون وسرپرست ہیں، ان کی مصنوعات خریدنے سے گریز ومقاطعہ کریں، ایسے اداروں میں سے چند کے نام یہ ہیں:

شیزان۔سنگم دودھ کا ڈبہ۔شاہ تاج شوگر۔ذائقہ گھی۔یونیورسل سٹیبلائزر۔
ٹربو پلاسٹک۔او سی ایس کوریئر سروسز (OCS)۔

حکومت پاکستان سے ہمارے مطالبات یہ ہیں:

(۱) پوری اسلامی دنیا میں پاکستان واحد ملک ہے جہاں سے مرزائی گروہ کو آج بھی ہر طرح کی امداد وسہولت میسر ہے۔جیسا کہ اسلام ومسلمین کی عداوت وتنقیص پر مبنی مرزا غلام احمد قادیانی کی تمام تصانیف یکجا ۲۰۰۸ء میں ربوہ سے شائع ہوئیں نیز دیگر مرزائی رسائل وکتب کی اشاعت ربوہ ولاہور سے ہو رہی ہے۔علاوہ ازیں کمپیوٹر، انٹرنیٹ کی مختلف ویب سائٹس سے ان کے فاسد عقائد کی تشہیر پر مبنی مواد اور سیٹلائٹ، ٹیلی ویژن چینلز کے لیے مختلف زبانوں کے پروگرام ربوہ میں تیار ہو رہے ہیں۔اور ربوہ میں قائم مرزائی تعلیمی اداروں کو اندرون وبیرون ملک سے امداد جاری ہے، جن میں مبشر ومربی تیار کر کے مختلف مقامات وممالک میں بھیجنے کا نظام قائم ومستحکم ہو رہا ہے۔ان تمام اعمال پر پابندی لگائی جائے۔

(۲) مرزائی عبادت گاہوں میں اسلامی شعائر وعلامات، مینار ومحراب کا استعمال بدستور جاری ہے جو آئین پاکستان کی کھلی خلاف ورزی ہے۔اس جانب توجہ کی جائے اور آئین پاکستان، قومی اسمبلی وسینٹ کی قراردادوں میں مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دیئے جانے سے متعلقہ قوانین پر عمل درآمد کرایا جائے۔

(۳) موضع دوالمیال میں واقع ۱۸۶۰ء سے قبل تعمیر کی گئی مسجد مرزائیوں کے قبضہ وتصرف میں ہے، جس کی واگزاری کے لیے مقامی مسلمانوں نے اگست ۱۹۹۷ء کو سول کورٹ چوآسیدن شاہ میں مقدمہ دائر کیا جو ابتدائی سماعت کے بعد ہائی کورٹ راولپنڈی بینچ میں زیر التواء ہے۔عدالت عالیہ سے درخواست ہے کہ فوری طور پر اس معاملہ کا فیصلہ صادر کرے اور مسجد مذکورہ، مسلمانوں کو واپس دلوائی جائے تاکہ موجودہ قبضہ ناجائز سے واگزار ہو کر مرزائیوں کی فتنہ پروری اور ریشہ دوانیوں اور عالم اسلام کے خلاف سازشوں کا گڑھ بننے سے بچ جائے اور مسجد کا تقدس بھی پامال نہ ہو۔

قراردادِ چکوال کے مسودہ کا متن بروز اتوار ۱۴۳۶ھ بمطابق ۸ فروری ۲۰۱۵ء کو جامع

مسجد حیات النبی محلہ لائن پارک چکوال میں مسلمانوں کے عظیم اجتماع میں فقیر پر تقصیر خادم العلم عبدالحلیم نقشبندی نے پیش کیا اور حاضرین نے اس میں درج تمام قراردادوں کو منظور کر کے بھرپور تائید کی۔

علاوہ ازیں ضلع چکوال کے بکثرت علماء و مشائخ، دینی اداروں و تنظیموں کے متعدد سربراہان نے دیگر اوقات میں اس مسودہ کو اپنے دستخطوں اور مواھیر سے مزین کیا، جن کے نام یہ ہیں:

پیش کردہ: حافظ عبدالحلیم نقشبندی

مہتمم و ناظم اعلیٰ جامعہ انوار الاسلام غوثیہ رضویہ لائن پارک چکوال۔

قراردادِ چکوال کے مؤیدین

☆......مولانا حافظ عبدالحلیم نقشبندی، جامعہ انوار الاسلام غوثیہ رضویہ چکوال

☆......مفتی محمد اکرام الحق، مدرسہ اشاعت العلوم چکوال

☆......علامہ پیر سید ریاض الحسن شاہ، جامعہ اسلامیہ غوثیہ چکوال

☆......علامہ محمد عرفان چشتی، جامع مسجد محمدیہ غوثیہ چکوال

☆......علامہ پیر سید لقمان شاہ، خطیب مرکزی جامع مسجد حنفیہ رضویہ چکوال

☆......علامہ ڈاکٹر عبدالواحد ازھری، مہتمم و ناظم اعلیٰ جامعہ سعیدیہ چکوال

☆......ڈاکٹر محمد اسماعیل، ناظم جامع مسجد حرا و مدرسہ حفظ القرآن چکوال

☆......مولانا حافظ غلام حیدر، خطیب جامع مسجد علی جہلم روڈ چکوال

☆......علامہ قاری عاشق حسین حال چکوال، خطیب انگلینڈ

☆......مولانا حافظ منصب حسین ساقی، خطیب مسجد رحمانیہ چکوال

☆......علامہ قاری حافظ ثاقب اقبال، خطیب جامع مسجد محمدیہ غوثیہ فیصل کالونی چکوال

☆......مولانا سیف الرحمٰن چشتی، خطیب مسجد علی المرتضیٰ تھنیل روڈ چکوال

☆......حافظ ظہیر احمد نعیمی، خطیب جامع مسجد بیت المکرّم چکوال

☆......مولانا منظور حسین قریشی، خطیب مسجد بلال فیصل کالونی چکوال

☆......حافظ صابر ایوب نقشبندی، بانی و مہتمم جامعہ صدیقیہ تجوید القرآن تلہ گنگ

☆......مولانا محمد عارف مدنی، صدر مدرس جامعۃ المدینہ متصل مسجد قباء تلہ گنگ

☆......مولانا گل محمد سیالوی، دارالعلوم ضیاء قمر الاسلام تلہ گنگ

☆......مولانا حافظ نور خان، ناظم اعلیٰ جامعہ نوریہ رضویہ سراج العلوم ڈھبہ تحصیل تلہ گنگ

☆......پیر طریقت، میجر محمد یعقوب نقشبندی سیفی آستانہ ملکوال تلہ گنگ

☆......مولانا حافظ عبدالرزاق، سابق امام وخطیب ومدرس موضع وریامال

☆......مولانا محمد افتخار چشتی، خطیب مسجد قاضیاں والی موضع بھون

☆......مولانا محمد بلال نقشبندی، امام وخطیب مسجد حنفیہ رضویہ موضع چھمبی نزد کلر کہار

☆......مولانا حافظ عبدالمالک، خطیب مسجد بخاری محلہ سرپاک چکوال

☆......مولانا محمد حنیف رضوی، خطیب مسجد غوثیہ گلزار مدینہ ڈھوک فیروز چکوال

☆......علامہ محمد نوید حیدری، صدر المصطفٰے ویلفیئر سوسائٹی چکوال

☆......مولانا حافظ عمر حیات، خطیب مسجد صدیق اکبر موضع رتوچھ

☆......صاحبزادہ سید سبط الحسن شاہ، ناظم تحریک منہاج القرآن موضع دوالمیال

☆......صاحبزادہ سید معید حسین شاہ، صدر تحریک تحفظ ختم نبوت موضع دوالمیال

☆......مولانا پروفیسر محمد معروف، خطیب موضع ڈھاب کلاں

☆......خواجہ ریاض احمد چشتی، بانی وناظم اعلیٰ ضیاء القرآن ٹرسٹ موضع سہگل آباد

☆......صاحبزادہ سید انوار الحق شاہ دوالمیالوی، امام مسجد عثمانیہ بائی پاس روڈ چوآ سیدن شاہ

☆......مولانا حکیم سید حبیب الرحمٰن شاہ دوالمیالوی، صدر مجلس تحفظ ختم نبوت چوآ سیدن شاہ

☆......پیر انور حسین شاہ، سابق امام ومدرس مسجد حنفیہ رضویہ موضع چھمبی نزد چوآ سیدن شاہ

☆......پیر طریقت صاحبزادہ حسنین محمود شاہ نقشبندی، بانی وسرپرست مدرسہ خدیجۃ الکبریٰ للبنات، چھمبی نزد چوآ سیدن شاہ

☆......علامہ قاری محمد بلال چشتی، ساکن ڈھوک پٹھان، ضلع چکوال، خطیب جامع مسجد محمدیہ غوثیہ، سیالکوٹ

☆......حافظ محمد خان قادری، خطیب جامع مسجد موضع ڈھاب بڑی وصدر تحریک منہاج القرآن، تحصیل چکوال

☆......مولانا حافظ محمد خان چشتی ساکن خیرپور تحصیل کلر کہار۔ بانی وپرنسپل جامعہ الفاروق سیالکوٹ

☆......مولانا قاضی محمد مشتاق رسول علوی، امام وخطیب جامع مسجد انوار مدینہ موضع چکرال

☆......علامہ عبدالرسول ارشد، رتہ شریف سابق امام وخطیب ومدرس انگلینڈ

☆......مولانا سلطان شمس العارفین، سجادہ نشین چوکھنڈی۔ خطیب جامع مسجد پلاٹ والی تلہ گنگ

☆......ملک حاجی محمد جمیل، صدر کمیٹی مرکزی مسجد پلاٹ والی تلہ گنگ

☆......مولانا مفتی محمد رشید سیالوی، ساکن پچنند، مقیم واں بھچراں

☆......ڈاکٹر حافظ محمد بشیر، صدر القمر ویلفیئر سوسائٹی تلہ گنگ

[احقر عابد پیرزادہ نے اس قرارداد کا متن ومسودہ تیار کرنے کی سعادت پائی نیز اس کے مؤیدین میں سے آخرالذکر تیس (۳۰) کے قریب اکابرین کی خدمت میں حاضر ہو کر تائیدی دستخط حاصل کیے۔ الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی خاتم الانبیاء والمرسلین سیدنا و مولانا محمد و الہ و صحبہ اجمعین]

☆☆☆☆

حوالہ جات وحواشی

۱- مولانا محمد حسن فیضی کا موزوں کردہ غیر منقوط عربی قصیدہ اکتالیس اشعار پر مشتمل اور پہلی بار انجمن نعمانیہ لاہور کے ماہوار رسالہ کے شمارہ فروری ۱۸۹۹ء میں چھپا۔ پھر ۹ مئی ۱۸۹۹ء کے ''سراج الاخبار'' میں شائع ہوا۔ نیز ''کاشف اسرار نہانی یعنی روداد مقدمات قادیانی'' اور ''تازیانۂ عبرت'' میں شامل ہے اور ''تجلیات مہر انور'' صفحہ ۸۴۵ تا ۸۴۷ نیز ''ردِ قادیانیت اور سنی صحافت'' جلد اول صفحہ ۴۳۹ تا ۴۴۱ پر مطبوع ہے۔

۲- جن چھیاسی علماء ومشائخ کو مرزا نے مباہلہ ومناظرہ کا کہا ان کے نام ''مہر منیر'' صفحہ ۲۱۸ تا ۲۱۹، ''برگ ھائے گل'' صفحہ ۳۱ تا ۳۵، تذکار بگویہ، جلد ۱ صفحہ ۱۴۴ تا ۱۴۵ پر ہیں۔

۳- ہفت روزہ ''سراج الاخبار'' جہلم، مولانا فقیر محمد جہلمی (وفات ۱۹۱۶ء) نے جاری کیا اس کا پہلا شمارہ ۱۸ ربیع الاول ۱۳۰۲ھ۔ ۵ جنوری ۱۸۸۵ء کو سامنے آیا اور آغاز ۱۹۱۷ء میں بند ہوگیا۔ مولانا محمد کرم الدین دبیر کچھ عرصہ اس کے ایڈیٹر رہے۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور اور بہاء الدین زکریا لائبریری چکوال میں اس کے متفرق شمارے محفوظ ہیں۔ جن نے لاہور کے محقق محمد ثاقب رضا قادری (پیدائش یکم جولائی ۱۹۸۴ء) نے فتنہ مرزائیت سے متعلق تمام مواد اخذ کر کے کتاب مرتب کی۔ جو مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور نے ۲۰۱۴ء میں ''ردقادیانیت اور سُنّی صحافت'' جلد اول نام سے ۷۳۶ صفحات پر شائع کی۔

۴- مولانا محمد حسن فیضی کے حالات: تجلیات مہر انور، صفحہ ۸۴۲ تا ۸۶۱۔ تذکرہ اکابر اہل سنت، صفحہ ۴۵۴ تا ۴۵۸، تذکرہ اولیائے پوٹھوار، جلد ۲ صفحہ ۶۷۸ تا ۶۸۲، تذکرہ علمائے اہل سنت ضلع چکوال صفحہ ۹۶ تا ۱۰۰، چکوال میں نعت گوئی، صفحہ ۶۹، ضیائے حرم، شمارہ دسمبر ۱۹۷۴ء صفحہ ۷۳ تا ۷۸، مہر منیر، صفحہ ۲۳۶، ۲۵۵، وارثان علم وحکمت، صفحہ ۵۲۶ تا ۵۲۹۔

۵- معلوم رہے مرزائی گروہ میں ''مبارک'' نام کے تین اہم افراد ہوئے۔ ایک مبارک احمد قادیانی، جو مرزا غلام قادیانی کا بیٹا تھا، دوسرا مبارک علی سیالکوٹی، جس سے مولانا کرم الدین دبیر کا جہلم میں مناظرہ ہوا، یہ مبارک علی مرزا کی موت کے بعد لاہوری گروہ میں چلا گیا، تیسرا مبارک احمد کھیوالی، جو مولانا خان ملک کھیوالی نزد چکوال کا پوتا تھا۔

۶- تاریخ، احمدیت، جلد ۲ صفحہ ۲۸۸۔

۷- تاریخ، احمدیت، جلد ۴ صفحہ ۵۰۔

۸- مولانا کرم الدین دبیر کے حالات: تاریخ چکوال، صفحہ ۳۹۳ تا ۳۹۵، تجلیات مہر انور، صفحہ ۸۶۱ تا ۸۶۸، تذکار بگویہ، جلد ۱ صفحہ ۵۰۸، ۵۲۹، ۵۵۳، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۶۹، جلد ۳ صفحہ، صفحہ ۵۱ تا ۵۲، ۱۷۴ تا ۱۸۰، تذکرہ اکابرِ اہل سنت، صفحہ ۴۰۹ تا ۴۱۴، تذکرہ اولیائے پوٹھوار، جلد ۲ صفحہ ۶۸۳ تا ۶۸۸، تذکرہ اولیائے چکوال، صفحہ ۳۵۸ تا ۳۵۹، تذکرہ علمائے اہل سنت ضلع چکوال، صفحہ ۱۰۸ تا ۱۱۳، چکوال میں نعت گوئی، صفحہ ۶۷، ردِ قادیانیت اور سنی صحافت، جلد ۱ صفحہ ۶۱ تا ۶۹، عقیدۃ ختم النبوۃ، جلد ۹، صفحہ ۱۲ تا ۱۳، صفحہ ۴۸۷، مہر منیر، صفحہ ۲۵۲ تا ۲۵۵، وارثان علم وحکمت، صفحہ ۵۳۶ تا ۵۳۹، آواز، شمارہ ۲۱ فروری ۱۹۹۱، صفحہ ۳، ضیائے حرم، شمارہ دسمبر ۱۹۷۴ء صفحہ ۷۳ تا ۷۸، مشرق، شمارہ ۳۰ نومبر ۱۹۹۰، جمعہ میگزین صفحہ ۳۔

۹- گوجرخان کے سہروردی مشائخ، صفحہ ۶۱۰۔

۱۰- تاریخ احمدیت، جلد ۵، صفحہ ۱۰۲ تا ۱۰۳۔

۱۱- شمس الاسلام، شمارہ جون ۱۹۳۲ء، صفحہ ۱۸ تا ۲۱۔

۱۲- تاریخ احمدیت، جلد ۷، صفحہ ۱۶۱۔

۱۳- اشاریہ ماہنامہ شمس الاسلام، صفحہ ۵۷، ۵۸، ۶۲۔

۱۴- مولانا قاضی غلام محمد چکوالی کے حالات: برگ ہائے گل، صفحہ ۱۹ تا ۴۲، تاریخ احمدیت، جلد ۲ صفحہ ۲۹۰، ردِ قادیانیت اور سنی صحافت، جلد ۱ صفحہ ۱۵۸، ۴۹۳، ۴۹۵۔

۱۵- مولانا غلام محی الدین دیالوی کے حالات: ردقادیانیت اور سنی صحافت، جلد ۱، صفحہ ۱۵۵، ۳۳۸، ۳۵۶، گوجرخان کے سہروردی مشائخ، صفحہ ۵۹۹ تا ۶۲۵۔

۱۶- مولانا احمد الدین پادشہانی کے حالات: تذکرہ اولیائے پوٹھوار، جلد ۲ صفحہ ۳۹۲، تذکرہ علمائے اہل سنت ضلع چکوال، صفحہ ۱۵، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، جلد ۷ صفحہ ۲۶ تا ۳۴، مہر منیر، صفحہ ۲۳۶، ۶۳۸، ندائے اہلِ سنت، شمارہ یکم مارچ ۱۹۹۴ء صفحہ ۱۱۔

۱۷- مولانا احمد الدین سکنہ جواھر بارے: تذکرہ علمائے اہلِ سنت ضلع چکوال، صفحہ ۲۰، مہر منیر، صفحہ ۲۳۸، ندائے اہلِ سنت، شمارہ یکم مارچ ۱۹۹۴ء صفحہ ۱۱۔

۱۸- مولانا فیض الحسن کے حالات: تجلیات مہر انور، صفحہ ۷۴۷ تا ۷۵۰، تذکرہ اکابر اہل سنت، صفحہ ۳۹۳ تا ۳۹۷، تذکرہ اولیائے پوٹھوار، جلد ۲ صفحہ ۶۷۶ تا ۶۷۷، تذکرہ علمائے اہل سنت ضلع چکوال، صفحہ ۸۳ تا ۸۸، وارثان علم وحکمت، صفحہ ۵۳۲۔

۱۹- مولانا نور احمد امرتسری کے حالات: تذکرہ علماء امرتسر، صفحہ ۸۰ تا ۱۴۹۔

۲۰- استنكاف المسلمين عن مخالطة المرزائيين، صفحہ ۲۸۔

۲۱- معلوم رہے ضلع چکوال میں ''تترال'' نام کے دو گاؤں ہیں۔ ایک علاقہ کہون میں اور چوآسیدن شاہ سے جانب مغرب سات کلومیٹر ہے۔ دوسرا تترال چکوال شہر سے متصل ہے۔

۲۲- کہون: کلر کہار اور چوآسیدن شاہ کے درمیانی علاقہ کا نام ''کہون'' جو تیرہ سے زیادہ دیہاتوں، تترال، دوالمیال، ڈھیری سیداں، ارڑ، ڈھریالہ، منگھال، دلیل پور، وہولہ، ڈلوال، بادشاہ پور، خیر پور، کھوکھر

بالا، چک خوشی وغیرہ پر محیط ہے۔ اس کی تاریخ پر دلیل پور کے محقق و مؤرخ، شاعر وصحافی محمد عابد حسین منہاس (پیدائش ۱۹۶۷ء) کی کتاب ''تاریخ کہون'' پہلی بار ۲۰۰۲ء میں مجید بک ڈپو لاہور نے ۳۴۸ صفحات پر اور پھر مصنف کے اضافات کے ساتھ ۲۰۱۳ء میں کشمیر بک ڈپو چکوال نے ۶۲۸ صفحات پر شائع کی۔

۲۳۔ مولانا محمد حنیف گھرانہ کے حالات: تاریخ کہون، صفحہ ۲۷۱، ۳۳۷ تا ۳۳۸، ۳۴۱ تا ۳۴۲۔

۲۴۔ مولانا سید ظہور شاہ جلالپوری کے حالات: پنجابی ادب وِچ چکوال دا حصہ، صفحہ ۱۱۳ تا ۱۱۴، تذکرہ اکابر اہل سنت، صفحہ ۱۹۸ تا ۲۰۰، تذکرہ اولیائے پوٹھوار، جلد ۱ صفحہ ۵۵۶ تا ۵۵۹، تذکرہ اولیائے چکوال، صفحہ ۲۴۸ تا ۲۴۹، تذکرہ علمائے اہل سنت ضلع چکوال، صفحہ ۴۰ تا ۴۳، چکوال میں نعت گوئی، صفحہ ۳۸۴ تا ۳۸۵، عقیدۃ ختم النبوۃ، جلد ۷ صفحہ ۴۷۹ تا ۴۸۴۔

۲۵۔ مولانا قاضی محمد رضا کالسی کے حالات: فتح یزدانی برگروہ قادیانی، صفحہ ۱۰، بارہ مارچ 2015ء کو کالس میں مولانا قاضی عبداللطیف نقشبندی کے پوتا قاضی عبیدالحسن ولد قاضی فضل حسن (پیدائش ۱۹۸۸ء) نیز گاؤں کے معمر ومعتبر، فیض محمد ولد فضل محمد (پیدائش ۱۹۲۲ء) سے راقم کی ملاقات واستفادہ۔

۲۶۔ مفتی عطا محمد رتوی کے حالات: بزمِ اسلاف، صفحہ ۱۲۸۷ تا ۱۲۶، تاریخ چکوال، صفحہ ۳۸۰ تا ۳۸۲، تذکار بگویہ، جلد ۱ صفحہ ۴۸۵، ۵۵۱، جلد ۲ صفحہ ۱۳۶، ۲۰۴، ۲۰۶، ۲۰۹، جلد ۳ صفحہ ۵۰۴، ۶۰۲ تا ۶۰۵، تذکرہ اکابر اہل سنت، صفحہ ۲۷۹ تا ۲۸۰۔ تذکرہ اولیائے پوٹھوار، جلد ۱ صفحہ ۵۵۳ تا ۵۵۵، تذکرہ اولیائے چکوال، صفحہ ۲۷۲ تا ۲۷۴، تذکرہ علمائے اہلِ سنت ضلع چکوال، صفحہ ۶۵ تا ۶۷۔

۲۷۔ مولانا احمد الدین جسیالوی کے حالات: بدر منیر، صفحہ ۴۹۔ تذکرہ علمائے اہل سنت ضلع چکوال، صفحہ ۲۱۔ ندائے اہلِ سنت، شمارہ یکم مارچ ۱۹۹۴ء صفحہ ۱۱۔

۲۸۔ مولانا عبدالرحیم کے حالات: فتح یزدانی برگروہ قادیانی، صفحہ ۷، ۱۰۔ آپ کے پوتا صاحبزادہ محمد حبیب الرحمٰن سیالوی سے راقم کی ملاقاتیں واستفادہ۔

۲۹۔ مولانا غلام احمد عرف باواجی سلوئی والے کے حالات: گورنمنٹ کالج کٹاس نزد چوآسیدن شاہ کے پروفیسر وقار حسین طاہر کی کتاب ''مردِ کامل'' ۱۹۷۵ء میں چھپی۔ سلوئی کے حافظ محمد صادق چشتی کی پنجابی نظم میں ''تعریف باوا صاحب حافظ غلام احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ'' لائل پور سے ۱۲ صفحات پر چھپی۔ سرگودھا سے شائع ہونے والے رسالہ ''ابتسام'' کے خاص شمارہ میں محمد فاروق علی سیال کا مضمون سولہ صفحات پر شائع ہوا۔ ماہنامہ ''الجامعہ'' محمدی شریف جھنگ میں حافظ محمد خان چشتی سکنہ خیر پور کہون کا مضمون شمارہ جمادی الاوّل ۱۴۰۲ھ صفحہ ۶۶ تا ۸۰۔ تجلیات مہر انور، صفحہ ۵۸۳ تا ۵۸۸۔ تذکرہ اولیائے چکوال، صفحہ ۳۰۳ تا ۳۰۵۔ تذکرہ علمائے اہلِ سنت ضلع چکوال، صفحہ ۶۹۔ مفتی محمد خان قادری سے راقم کی ملاقات واستفادہ۔

۳۰۔ مولانا محمد اسماعیل کے حالات: تذکرہ اولیائے پوٹھوار، جلد ۲ صفحہ ۶۹۳ تا ۶۹۴۔ تذکرہ علمائے اہلِ سنت ضلع چکوال، صفحہ ۹۵۔ فتح یزدانی برگروہ قادیانی، صفحہ ۷، ۱۰۔ آپ کے فرزند مفتی محمد اکرم الحق سے راقم کی ملاقات واستفادہ، فروری ۲۰۱۵ء۔

۳۱۔ مولانا سید محمد ذاکر شاہ سیالوی کے حالات: اشاریہ ماہنامہ شمس الاسلام، صفحہ ۲۰۹۔ تذکار بگویہ، جلد ۲ صفحہ ۱۹۲، ۲۰۴، ۶۲۸، ۶۲۹ تا ۶۴۲، جلد ۳ صفحہ ۳۰۹ تا ۳۱۰، ۴۶۳، ۶۲۳۔ فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، جلد ۸ صفحہ ۴۰۶ تا ۴۳۰۔ قہر یزدانی برسر دجال قادیانی، صفحہ ۱۰۹۔ وارثان علم وحکمت، صفحہ ۹۳۹ تا ۹۴۰۔

۳۲۔ مولانا محمد ابوبکر چشتی کے حالات: وارثان علم وحکمت، صفحہ ۱۰۴۵ تا ۱۰۵۸۔

۳۳۔ مولانا گل محمد سیالوی کے حالات: مقالات سیالوی، صفحہ ۸۰۔ نیز راقم سطور کی ملاقات واستفادہ، ۱۹ اپریل ۲۰۱۴ء۔

۳۴۔ مولانا مفتی محمد اکرام الحق اور مولانا عبدالحلیم نقشبندی کی گفتگو سے استفادہ۔

۳۵۔ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ کے قیام وکارکردگی کی مختصر تاریخ ''جمالِ کرم'' جلد ۱ صفحہ ۳۲۸ تا ۵۴۱ پر ہے۔

۳۶۔ جمالِ کرم، جلد ۳ صفحہ ۵۴۵ تا ۵۵۳۔

۳۷۔ مولانا حافظ محمد خان چشتی کے حالات: تاریخ کہون، صفحہ ۳۳۹ تا ۳۴۰۔

۳۸۔ حافظ محمد خان چشتی سے راقم کی ملاقات واستفادہ، ۴ جون 2015ء۔

۳۹۔ مولانا سید محمد زبیر شاہ کے حالات: مولانا محمد حنیف رضوی کا کتابچہ ''شیخ الحدیث'' والتفسیر، مختصر حالاتِ زندگی'' آپ کی رسمِ چہلم کے موقع پر بزمِ غوثیہ چکوال نے ۹ صفحات پر شائع کیا۔ نیز ماہنامہ ''شیخ الحدیث'' چکوال کے شمارہ محرم ۱۴۳۱ھ/۲۰۰۹ء صفحہ ۱۲ تا ۱۷ پر مطبوع ہے۔ مولانا سید حامد علی شاہ نے ۲۰۰۰ء میں کتابچہ ''سوانح عمری، ابوالظفر السید محمد زبیر شاہ'' تالیف کیا جو راولپنڈی سے ۳۹ صفحات پر چھپا۔ تذکرہ اولیائے پوٹھوار، جلد ۱ صفحہ ۴۲۷ تا ۴۲۸۔ تذکرہ اولیائے چکوال، صفحہ ۱۹۷ تا ۱۹۸۔ تعارف علماء اہلِ سنت، صفحہ ۱۱۶ تا ۱۱۸۔ مولانا محمد ضیاء اللہ قادری سیالکوٹی (وفات ۲۰۰۶ء) کا مضمون ماہنامہ ''ماہ طیبہ'' سیالکوٹ، شمارہ جون ۱۹۹۸ء صفحہ ۳۹ تا ۴۸۔ ڈاکٹر محمد شیراز قادری کا مضمون ''شیخ الحدیث'' شمارہ محرم ۱۴۳۳ھ صفحہ ۲۹ تا ۳۰۔

۴۰۔ مولانا محمد حنیف رضوی سے ملاقات واستفادہ، ۲۱ مئی 2015ء۔

۴۱۔ شیخ الحدیث، شمارہ ذیقعد ۱۴۳۴ھ/۲۰۱۳ء صفحہ ۳ تا ۸۔

۴۲۔ شیخ الحدیث، شمارہ جمادی الاول ۱۴۳۳ھ/۲۰۱۱ء صفحہ ۵ تا ۱۱۔

۴۳۔ انجمن طلبہ اسلام، صفحہ ۵۹۔

۴۴۔ انجمن طلبہ اسلام، صفحہ ۱۹۸۔

۴۵۔ انجمن طلبہ اسلام، صفحہ ۴۸۰۔

۴۶۔ حاجی غلام مصطفےٰ عابد کی قبر پر حاضری نیز ان کے بھائی حاجی غلام مرتضےٰ سے ملاقات واستفادہ، ۲۸ مئی 2015ء۔

۴۷۔ انجمن طلبہ اسلام، صفحہ ۴۶۳، ۴۹۵۔

۴۸۔ انجمن طلبہ اسلام، صفحہ ۴۹۹۔

۴۹- انجمن طلبہ اسلام، صفحہ ۶۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۹۱، ۴۰۲، ۴۹۹، ۶۸۰۔
۵۰- انجمن طلبہ اسلام، صفحہ ۴۹۹۔
۵۱- الحاج ملک خلیل الحق قادری سے ملاقات واستفادہ، ۲۸ مئی ۲۰۱۵ء۔
۵۲- ایڈووکیٹ چوہدری محمد شہزاد سے ملاقاتیں واستفادہ۔
۵۳- المصطفیٰ ویلفیئر سوسائٹی پاکستان کے تعارف کے لیے دیکھیں: انجمن طلبہ اسلام، صفحہ ۶۰۵ تا ۶۰۸۔
۵۴- انجمن طلبہ اسلام، صفحہ ۱۸۴، ۲۳۱، ۲۳۲ تا ۲۳۳، ۲۵۲، ۴۱۲، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۴۔ علامہ محمد نوید حیدری سے ملاقات واستفادہ، ۲۱ مئی ۲۰۱۵ء۔
۵۵- انجمن طلبہ اسلام، صفحہ ۲۴۹۔
۵۶- تحریکِ منہاج القرآن کے تعارف کے لیے دیکھیں: انجمن طلبہ اسلام، صفحہ ۶۱۵ تا ۶۱۹۔
۵۷- نقشبندی خانقاہ کوٹ گُلّہ تحصیل تلہ گنگ کے ردقادیانیت بارے خدمات کی تفصیلات جاننے کے لیے راقم السطور نے ۲۷ مئی ۲۰۱۵ء کو وہاں کا سفر کیا لیکن کسی ذمہ دار شخصیت سے ملاقات نہ ہوسکی۔
۵۸- ماہنامہ ''المصطفےٰ'' المصطفیٰ ویلفیئر سوسائٹی کی چکوال شاخ نے جاری کیا تھا۔ لیکن اب یہ علامہ عامر علی سلطانی کی سرپرستی میں تحصیل کلر کہار کے گاؤں نور پور سے شائع ہو رہا ہے۔ اور دونوں الگ ادارے ہیں۔
۵۹- المصطفےٰ، شمارہ ذیقعد ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ / ستمبر اکتوبر ۲۰۱۳ء آخری بیرونی صفحہ۔
۶۰- المصطفےٰ، شمارہ جمادی الثانی ۱۴۳۴ھ / اپریل ۲۰۱۳ء صفحہ ۱۴ تا ۱۷۔
۶۱- معلوم رہے، ضلع چکوال میں ''جھانلہ'' نام کے دو گاؤں ہیں۔ ایک تلہ گنگ سے سرگودھا جانے والی سڑک پر بارہ کلومیٹر دور ہے (دیکھیں تاریخ تلہ گنگ، صفحہ ۱۱۵ تا ۱۱۷) اور دوسرا، چکوال وچوآسیدن شاہ کے درمیان واقع ہے۔
۶۲- حافظ صابر ایوب نقشبندی سے ملاقات واستفادہ، ۲۷ مئی ۲۰۱۵ء۔
۶۳- مولانا حافظ حفیظ الرحمٰن غزالی کا خط بنام راقم السطور۔
۶۴- تاریخ احمدیت، جلد ۱ صفحہ ۳۴۳ تا ۳۶۳، ۵۷۸ تا ۵۸۳، جلد ۷ ضمیمہ صفحہ ۱۰ تا ۵۳۔ مرزائی خزائن، جلد ۵ صفحہ ۶۱۶ تا ۶۲۹، جلد ۱۱ صفحہ ۳۲۵ تا ۳۲۸۔
۶۵- شمس الاسلام، شمارہ فروری ۱۹۳۶ء صفحہ ۵۷۔
۶۶- تاریخ احمدیت، جلد ۳ صفحہ ۴۹۷۔
۶۷- تاریخ احمدیت، جلد ۴ صفحہ ۹۳۔
۶۸- تاریخ احمدیت، جلد ۱۱ صفحہ ۳۸۰، ۳۸۲۔ ہم بھی وھاں موجود تھے، صفحہ ۵۱۔
۶۹- انسائیکلوپیڈیا آف چکوال، صفحہ ۴۷۔ تاریخ کہون، صفحہ ۱۱۷، ۳۶۶، ۳۷۴ تا ۳۷۵۔
۷۰- تاریخ کہون، صفحہ ۱۱۷، ۳۸۸ تا ۳۹۰۔
۷۱- آثارِ قدیمہ کٹاس، صفحہ ۴۳۔ تاریخ کہون، صفحہ ۲۷۵، ۴۸۰۔

۷۲- تاریخ احمدیت، جلد ۴ صفحہ ۲۲۷، جلد ۵ صفحہ ۳۴۔
۷۳- تاریخ احمدیت، جلد ۲ صفحہ ۵۰۸۔
۷۴- مناظرہ ہریا کی روداد مولانا مفتی غلام مرتضیٰ میانوی نے مرتب کی۔ جو ''الظفر الرحمانی فی کشف القادیانی'' نام سے ۱۹۲۵ء میں لاہور پرنٹنگ پریس لاہور میں ۲۲۲ صفحات پر چھپی۔ اب ''عقیدۃ ختم النبوۃ'' کی آٹھویں جلد میں مطبوع ہے۔ نیز ''تجلیات مہر انور'' صفحہ ۶۷۲ تا ۶۹۷ پر الظفر الرحمانی کی تلخیص درج ہے۔
۷۵- تاریخ کہون، صفحہ ۳۶۶، ۳۷۴۔
۷۶- تاریخ کہون، صفحہ ۳۶۷۔
۷۷- آثار قدیمہ کٹاس، صفحہ ۸۔
۷۸- تاریخ کہون، صفحہ ۳۶۷۔
۷۹- تاریخ احمدیت، جلد ۶ صفحہ ۱۵۹ تا ۱۶۰۔ الفضل، شمارہ ۱۳ اپریل ۱۹۳۴ء، ۳ تا ۶۔
۸۰- تاریخ کہون، صفحہ ۳۸۷۔
۸۱- تاریخ کہون، صفحہ ۳۴۶، ۳۷۴، ۳۸۸۔
۸۲- انسائیکلوپیڈیا آف چکوال، صفحہ ۴۷۔
۸۳- الفضل، شمارہ ۲۰ دسمبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۱۰۔
۸۴- تاریخ احمدیت، جلد ۹ صفحہ ۱۴۷۔
۸۵- تاریخ احمدیت، جلد ۱۴ صفحہ ۶۳۔
۸۶- تاریخ احمدیت، جلد ۷ ضمیمہ صفحہ ۱۲، ۱۶، ۳۲۔
۸۷- تاریخ احمدیت، جلد ۴ صفحہ ۱۴۱، ۲۳۳۔
۸۸- ہم بھی وہاں موجود تھے، صفحہ ۵۱۔
۸۹- تاریخ احمدیت، جلد ۱۲ صفحہ ۴۷۱، ۴۷۲۔
۹۰- تاریخ احمدیت، جلد ۱۴ صفحہ ۶۳۔
۹۱- دردِ گل، صفحہ ۳۵ تا ۳۶۔
۹۲- دردِ گل، صفحہ ۳۹۔
۹۳- دردِ گل، صفحہ ۱۱۴ تا ۱۱۹۔
۹۴- آثارِ قدیمہ کٹاس، صفحہ ۴۳۔
۹۵- مولانا سید لعل شاہ دوالمیالوی کے حالات پر ان کے شاگرد وامام مسجد تترال مولانا میاں لعل وعولوی کی کتاب ''گوڑی کا لعل'' منوھر پریس سرگودھا سے ۱۹۴۷ء میں ۲۴ صفحات پر چھپی۔ ایک نہیں بلکہ کئی مباہلے، صفحہ ۳۔ تاریخ چکوال، صفحہ ۳۷۷ تا ۳۷۹۔ تاریخ کہون، صفحہ ۲۶۰ تا ۲۶۱، ۳۳۰ تا ۳۳۲۔ تذکرہ اولیائے پوٹھوار، جلد ۱ صفحہ ۵۳۶ تا ۵۴۲۔ تذکرہ اولیائے چکوال، صفحہ ۳۷۱۔ تذکرہ

علمائے اہل سنت ضلع چکوال، صفحہ ۹۱ تا ۹۲۔ ذکرِ ولی، صفحہ ۶۳ تا ۶۴۔ آواز، شمارہ ۹ مئی ۱۹۹۱ء صفحہ ۶۔ ضیائے حرم، شمارہ مارچ ۱۹۹۵ء صفحہ ۸۷ تا ۹۰۔ نوائے وقت، شمارہ ۱۹ مارچ ۱۹۹۱ء صفحہ ۶۔ نیز آپ کے پوتا حکیم سید حبیب الرحمٰن شاہ کا غیر مطبوعہ مضمون، چار قلمی صفحات۔

۹۶۔ قاضی محمد زاہد الحسینی کے والد مولانا غلام گیلانی شمس آبادی کے حالات: تذکرہ اولیائے پوٹھوار۔ جلد ۱، جلد ۲، وارثان علم و حکمت، صفحہ ۵۳۳ تا ۵۳۴۔ معارف رضا، شمارہ ۱۹۹۰ء صفحہ ۱۲۵ تا ۱۳۷۔ اور رد قادیانیت پر ان کی تصنیفات ”عقیدۃ ختم النبوۃ“ کی ساتویں جلد کے آغاز میں مطبوع ہیں۔

۹۷۔ ذکرِ ولی، صفحہ ۶۷۔ ہم بھی وہاں موجود تھے، صفحہ ۵۱ تا ۵۲۔

۹۸۔ مولانا قطبی شاہ ملتانی کے حالات: الجامعہ، شمارہ رمضان ۱۴۱۱ھ۔

۹۹۔ حاجی حوالدار محمد خان سے ملاقات و استفادہ، ۱۴ اپریل ۲۰۱۵ء۔

۱۰۰۔ الفقیہ، شمارہ ۷ نومبر ۱۹۴۶ء صفحہ ۶ تا ۷۔

۱۰۱۔ الفقیہ، شمارہ ۷ ستمبر ۱۹۴۶ء صفحہ ۱۱۔

۱۰۲۔ ایک نہیں بلکہ کئی مباہلے، صفحہ ۳۔

۱۰۳۔ درہ زاہدیہ بر فرقہ احمدیہ، صفحہ ۴ تا ۵۔

۱۰۴۔ الفقیہ، شمارہ ۲۱ فروری ۱۹۴۷ء صفحہ ۱۱۔

۱۰۵۔ مولانا سید کرم حسین شاہ دوالمیالوی کے حالات: بدر منیر، صفحہ ۵۵۔ تاریخ کہون، صفحہ ۲۷۳، ۳۳۵۔ چکوال میں نعت گوئی، صفحہ ۲۲۶۔

۱۰۶۔ راقم سطور نے ایک مضمون میں ”حقیقت مرزائیت“ کو مولانا سید لعل شاہ دوالمیالوی کی تصنیف لکھ دیا تھا۔ (ضیائے حرم، شمارہ مارچ ۱۹۹۵ء صفحہ ۹۰) جو درست نہیں۔ حق یہ ہے کہ ان کے فرزند مولانا سید کرم حسین شاہ کی تصنیف ہے۔

۱۰۷۔ رضوان، شمارہ ۲۸ نومبر ۱۹۵۰ء صفحہ ۸۔

۱۰۸۔ مولانا سید محمد شاہ دوالمیالوی کے مزار پر راقم کی حاضری اور لوح مزار سے سال وفات اخذ کیا، ۱۴ اپریل ۲۰۱۵ء۔

۱۰۹۔ مولانا سید عبد الحق شاہ دوالمیالوی کے فرزند مولانا سید انوار الحق شاہ (پیدائش ۲۶ ستمبر ۱۹۴۸ء) سے راقم سطور کی ملاقات و استفادہ۔ جو والد کے بعد مسجد تونسوی چوآ سیدن شاہ کے امام رہے۔ ان دنوں وہیں کی مسجد عثمانیہ، بائی پاس میں امام اور انجمن غوثیہ چوآ سیدن شاہ کے نائب صدر ہیں۔ ۱۸ اپریل ۲۰۱۵ء۔

۱۱۰۔ مولانا سید منیر شاہ دوالمیالوی کے حالات: تاریخ کہون، صفحہ ۴۸۰۔ آپ کے فرزند سید معید حسین شاہ سے ملاقات و استفادہ نیز آپ کے مزار پر حاضری، ۱۴ اپریل ۲۰۱۵ء۔

۱۱۱۔ مولانا حکیم سید حبیب الرحمٰن شاہ دوالمیالوی سے ملاقات و استفادہ، ۱۸ اپریل ۲۰۱۵ء۔

۱۱۲۔ رضوان، شمارہ ۷ فروری ۱۹۵۰ء صفحہ ۱۲۔

۱۱۳۔ رضوان، شمارہ ۷ جنوری ۱۹۵۰ء صفحہ ۱۲۔

۱۱۴۔ صاحبزادہ سید سبط الحسن شاہ دوالمیالوی سے ملاقات و استفادہ، ۱۴ اپریل ۲۰۱۵ء۔

۱۱۵۔ ”دعوتِ اسلامی“ کے تعارف کے لیے دیکھیں: انجمن طلبہ اسلام، صفحہ ۶۰۹ تا ۶۱۳۔

۱۱۶۔ صوبیدار منیر احمد سے ملاقات و استفادہ، ۱۴ اپریل ۲۰۱۵ء۔

۱۱۷۔ کرنل ریٹائرڈ مبشر احمد سے ملاقات و استفادہ، ۱۴ اپریل ۲۰۱۵ء۔

۱۱۸۔ بابا فقیر مرزا دوالمیالوی کا ذکر مرزائی تصنیفات میں: تاریخ احمدیت، جلد ۲ صفحہ ۴۸۰۔ مرزائی خزائن، جلد ۲۲ صفحہ ۳۸۰ تا ۳۸۵، ۶۲۶، جلد ۲۳ صفحہ ۳۳۶۔

۱۱۹۔ مرزائی خزائن، جلد ۲۲ صفحہ ۳۸۵۔

۱۲۰۔ مرزائی خزائن، جلد ۲۲ صفحہ ۳۸۲۔

۱۲۱۔ مرزائی خزائن، جلد ۲۲ صفحہ ۳۸۴۔

۱۲۲۔ مرزائی خزائن، جلد ۲۲ صفحہ ۳۸۴۔

۱۲۳۔ مرزائی خزائن، جلد ۲۲ صفحہ ۳۸۰۔

۱۲۴۔ مرزائی خزائن، جلد ۲۳ صفحہ ۳۳۶۔

۱۲۵۔ تاریخ احمدیت، جلد ۲ صفحہ ۴۸۰۔

۱۲۶۔ حقیقت مرزائیت، صفحہ ۱۵۔

۱۲۷۔ شمس الاسلام، شمارہ فروری ۱۹۳۱ء صفحہ ۱۸۔

۱۲۸۔ ایک مباہلہ نہیں بلکہ کئی مباہلے، صفحہ ۲ تا ۳۔

۱۲۹۔ مرزائی خزائن، جلد ۲۲ صفحہ اول۔

۱۳۰۔ مرزائی خزائن، جلد ۲۳ صفحہ اول۔

۱۳۱۔ ضلع چکوال میں ”چھمی“ نام کے تین دیہات ہیں ایک چوآ سیدن شاہ سے شمالی جانب تین کلومیٹر فاصلہ پر۔ دوسرا کلر کہار شہر سے اسی قدر مشرقی سمت میں اور تیسرا دیوالیاں نامی گاؤں سے نزدیک ہے۔

۱۳۲۔ تاریخ احمدیت، جلد ۴ صفحہ ۵۶۹ تا ۵۷۰، جلد ۷ ضمیمہ صفحہ ۲۶، جلد ۱۰ صفحہ ۵۷۸ تا ۵۷۹۔

۱۳۳۔ تاریخ احمدیت، جلد ۵ صفحہ ۱۶۵۔

۱۳۴۔ تاریخ احمدیت، جلد ۵، صفحہ ۱۶۵۔

۱۳۵۔ حضرت پیر انور حسین شاہ سے استفادہ۔

۱۳۶۔ الفضل، شمارہ ۷ نومبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۱۱۔

۱۳۷۔ مولانا احمد خان کے پوتا مولانا محمد حبیب سیالوی سے ملاقات نیز بذریعہ مراسلت استفادہ۔

۱۳۸۔ پیر سید نور زمان شاہ ہمدانی کے فرزند سابق ہیڈ ماسٹر پیر سید معین الدین شاہ ہمدانی (پیدائش ۲۲ فروری ۱۹۵۲ء) سے ملاقات و استفادہ، ۲ فروری ۲۰۱۵ء۔

۱۳۹- معلوم رہے اس علاقہ میں مولانا محمد ابراہیم سیالوی نام کے دو علماء ہیں۔ جن میں نام کے علاوہ بھی بعض امور مشترک ہیں۔ دونوں صوفیہ کے سلسلہ چشتیہ سیالویہ سے وابستہ، تحصیل تلہ گنگ کے باشندہ، نیز ایک ہی استاذ مولانا نور احمد چشتی (وفات ۱۹۹۴ء) سے بچتند کے پہلو میں واقع گاؤں ڈھبہ (اب کوٹ شمس) کے مدرسہ میں تعلیم پائی۔ ایک مولانا مفتی محمد ابراہیم سیالوی بچتند میں پیدا ہوئے اور ان دنوں مدرسہ شمس العلوم مظفریہ رضویہ واں بھچراں ضلع میانوالی کے سرپرست ہیں۔ دوسرے مولانا محمد ابراہیم سیالوی ڈھبہ کی دوسری سمت اور تلہ گنگ سے میانوالی جانے والی سڑک پر اڑتیس کلومیٹر فاصلہ پر گاؤں میال میں ۲۸ اگست ۱۹۴۷ء کو پیدا ہوئے، ان دنوں فیصل آباد میں مقیم اور استاذ کے احوال پر مطبوعہ کتاب "حیات طیبہ" کے مصنف ہیں۔ (آخر الذکر سے فون پر راقم کی گفتگو)۔

۱۴۰- مولانا محمد اشرف سیالوی کے حالات و خدمات پر لاہور کے رسالہ "حجۃ الاسلام" نے ۲۰۱۳ء میں خاص شمارہ ۳۵۸ صفحات پر شائع کیا۔ جس میں بچتند کے مولانا مفتی محمد ابراہیم سیالوی کا مضمون صفحہ ۹۲ تا ۹۵ پر ہے۔

۱۴۱- پیر سید معین الدین شاہ ہمدانی و مولانا محمد حبیب سیالوی کی گفتگو سے استفادہ۔

۱۴۲- انسائیکلوپیڈیا آف چکوال، صفحہ ۱۴۹۔

۱۴۳- مولانا حافظ عمر حیات سے ملاقات و استفادہ، ۲۶ مئی ۲۰۱۵ء۔

۱۴۴- حکیم غلام مصطفٰے نقشبندی سے ملاقات نیز ان کی تحریر سے استفادہ، ۱۴ اپریل ۲۰۱۵ء۔

۱۴۵- "کھوکھر" نام کے دو گاؤں ضلع چکوال میں ہی ہیں۔ ایک پہاڑ پر آباد چنانچہ "کھوکھر بالا" کہلایا اور دوسرا پہاڑ کے دامن میں، لہذا کھوکھر زیر ٹھہرا۔ اول الذکر تحصیل کلر کہار میں اور دوسرا تحصیل چکوال کی حدود میں شامل ہیں۔ اور دونوں تک پہنچنے کے لیے چکوال شہر سے راستے جدا ہیں۔ لیکن دلچسپ و عجیب یہ کہ دونوں کے درمیان فاصلہ محض تقریباً پانچ کلومیٹر جو پہاڑ اور کچے راستہ پر محیط ہے۔

۱۴۶- فیصلہ قرآن و سنت کی روشنی میں، مفتی محمد اکرام الحق، ایک قلمی صفحہ تحریر ۱۰ مئی ۲۰۰۵ء۔

۱۴۷- حاجی مہر خان سے ملاقات و استفادہ، ۳۰ مارچ ۲۰۱۵ء۔

۱۴۸- مولانا محمد ندیم سیالوی سے ملاقات و استفادہ، ۳۰ مارچ ۲۰۱۵ء

۱۴۹- مولانا مختار حسین چشتی سے ملاقات و استفادہ، ۳۰ مارچ ۲۰۱۵ء۔

۱۵۰- مرزائی خزائن، جلد ۵ صفحہ ۶۱۳ تا ۶۲۹۔

۱۵۱- مرزائی خزائن، جلد ۱۱ صفحہ ۳۲۷۔

۱۵۲- تاریخ احمدیت، جلد ۱ صفحہ ۵۸۱، جلد ۷ ضمیمہ صفحہ ۲۸۔

۱۵۳- تاریخ احمدیت جلد ۷ صفحہ ۹۱۔

۱۵۴- حاجی اورنگزیب سے ملاقات، ۱۶ فروری ۲۰۱۵ء۔

۱۵۵- عبدالباسط سے ملاقات، ۵ فروری ۲۰۱۵ء۔

۱۵۶- محمد اقبال سے ملاقات ۲۴ فروری ۲۰۱۵ء۔

۱۵۷- تاریخ احمدیت، جلد ۲ صفحہ ۴۰۹ تا ۴۱۲۔

۱۵۸- تاریخ احمدیت، جلد ۵ صفحہ ۱۰۷۔

۱۵۹- مولانا احمد خان ٹیری کے حالات: تذکرہ اولیائے پوٹھوار، جلد ۱ صفحہ ۴۷۶ تا ۴۷۸۔ ذکر ولی، صفحہ ۹۴ تا ۹۵۔

۱۶۰- ریویو آف ریلیجنز، شمارہ مارچ ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۳۴۔

۱۶۱- مرأۃ التصانیف، جلد ۱ صفحہ ۱۳۳۔

۱۶۲- تاریخ احمدیت، جلد ۱ صفحہ ۶۴۔

۱۶۳- الحقیقہ، جلد ۱ صفحہ ۶۲۰ تا ۶۲۱۔

۱۶۴- خواجہ محمد خان عالم نقشبندی کے حالات: تذکرہ اولیائے پوٹھوار، جلد ۱ صفحہ ۵۱۰، ۵۸۶۔ تذکرہ اولیائے جہلم صفحہ ۱۰۷ تا ۱۰۸۔

۱۶۵- الفضل، شمارہ ۶ ستمبر ۱۹۳۰ء صفحہ ۱ تا ۲۔

۱۶۶- تاریخ احمدیت، جلد ۱ صفحہ ۱۹۱۔

۱۶۷- ریویو آف ریلیجنز، شمارہ جولائی ۱۹۲۲ء صفحہ ۱۷۔

۱۶۸- مولانا عبدالحلیم نقشبندی کے حالات: چکوال میں نعت گوئی، صفحہ ۳۳۴ تا ۳۳۵۔ وارثان علم و حکمت، صفحہ ۱۰۲۹ تا ۱۰۳۴۔

کتابیات

اردو کتب

۱۔ استکشاف المسلمین عن مخالطة المرزائیین، یعنی مرزائیوں سے ترک موالات، مرتب مولانا نور احمد امرتسری، غالباً ۱۳۳۹ھ کے آغاز میں چھپی، انجمن حفظ المسلمین امرتسر۔

۲۔ اشاریہ ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ، ڈاکٹر صاحبزادہ انوار احمد بگوی، پہلی اشاعت ۲۰۱۱ء مجلس مرکزیہ حزب الانصار بھیرہ۔

۳۔ انجمن طلبہ اسلام، نظریات، جدوجہد، اثرات، معین الدین نوری، پہلی اشاعت ۲۰۱۴ء ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور۔

۴۔ انسائیکلوپیڈیا آف چکوال، محمد عابد حسین منہاس، دوسری اشاعت ستمبر ۲۰۰۶ء، کشمیر بک ڈپو چکوال۔

۵۔ ایک مباہلہ نہیں بلکہ کئی مباہلے، مولانا سید محمد منیر حسین شاہ دوالمیالوی، سال اشاعت درج نہیں، غالباً ۱۹۸۸ء پاک شیرازی پرنٹنگ پریس چوآسیدن شاہ۔

۶۔ بدر منیر، مولانا محمد عثمان غنی، دوسری اشاعت ۲۰۱۳ء کاریگر پرنٹنگ پریس چکوال۔

۷۔ برگ ہائے گل، خلیق احمد قاضی، پہلی اشاعت ۲۰۱۲ء، مقبول کتب خانہ چکوال۔

۸۔ بزم اسلاف، مولانا محمد عبید اللہ قاری، پہلی اشاعت ستمبر ۲۰۰۱ء ایس ٹی پرنٹرز گوالمنڈی راولپنڈی۔

۹۔ تاریخ تلہ گنگ، عبدالرحمٰن شاد، سال اشاعت درج نہیں، غالباً ۲۰۰۸ء کشمیر بک ڈپو چکوال۔

۱۰۔ تاریخ چکوال، ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی، پہلی اشاعت ۱۹۹۲ء مقبول اکیڈمی لاہور۔

۱۱۔ تاریخ کہون، محمد عابد حسین منہاس، دوسری اضافہ شدہ اشاعت ۲۰۱۳ء کشمیر پبلی کیشنز چکوال۔

۱۲۔ تجلیات مہر انور، مفتی سید حسین گردیزی، پہلی اشاعت ۱۹۹۲ء مکتبہ مہریہ گولڑا۔

۱۳۔ تذکار بگویہ، ڈاکٹر صاحبزادہ انوار احمد بگوی، پہلی جلد دوسری اشاعت ۲۰۰۷ء، دوسری جلد پہلی اشاعت ۲۰۰۹ء، تیسری جلد پہلی اشاعت جنوری ۲۰۱۴ء مجلس مرکزیہ حزب الانصار پاکستان بھیرہ۔

۱۴۔ تذکرہ اکابر اہل سنت، مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری، دوسری اشاعت ۱۹۸۳ء شبیر برادرز لاہور۔

۱۵۔ تذکرہ اولیائے پوٹھوار، صاحبزادہ مقصود احمد صابری، پہلی جلد، تیسری اشاعت، سال طباعت درج نہیں، ھاشمی پبلی کیشنز راولپنڈی، دوسری جلد، پہلی اشاعت مارچ ۲۰۱۵ء مکتبہ صابریہ راولپنڈی۔

۱۶۔ تذکرہ اولیائے جہلم، انجم سلطان شہباز، اشاعت جولائی ۲۰۰۱ء بک کارنر شوروم جہلم۔

۱۷۔ تذکرہ اولیائے چکوال، محمد عابد منہاس صدیقی، پہلی اشاعت ۲۰۱۱ء کشمیر پبلی کیشنز چکوال۔

۱۸۔ تذکرہ علماء امرتسر، مولانا حکیم محمد موسیٰ امرتسری، مرتب محمد کاشف رضا، اشاعت ۲۰۱۲ء والضحیٰ پبلی کیشنز لاہور۔

۱۹۔ تذکرہ علمائے اہلِ سنت ضلع چکوال، مولانا عبدالحلیم نقشبندی، پہلی اشاعت نومبر ۱۹۹۷ء جامعہ انوار الاسلام چکوال۔

۲۰۔ تعارف علماء اہل سنت، مولانا محمد صدیق ہزاروی، پہلی اشاعت ۱۹۷۹ء مکتبہ قادریہ لاہور۔

۲۱۔ جمالِ کرم، پروفیسر حافظ احمد بخش، پہلی اشاعت مارچ ۲۰۰۳ء ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور۔

۲۲۔ چکوال میں نعت گوئی، محمد عابد منہاس، پہلی اشاعت ۲۰۰۸ء، کشمیر پبلی کیشنز چکوال۔

۲۳۔ حقیقت مرزائیت، مولانا سید کرم حسین شاہ دوالمیالوی، حصہ اول، اشاعت فروری ۱۹۲۴ء گلزار ہند سٹیم پریس لاہور۔

۲۴۔ حیات طیبہ، مختصر تذکرہ استاذ العلماء نور احمد چشتی، مولانا محمد ابراہیم چشتی سیالوی، پہلی اشاعت جون ۲۰۱۳ء، جامعہ نوریہ رضویہ سراج العلوم ڈھبہ۔

۲۵۔ درود وسلام ونعت خوانی، قرآن حکیم کی روشنی میں، ملک خلیل الحق نقشبندی قادری، سال اشاعت درج نہیں، غالباً ۲۰۱۵ء مکتبہ غوثیہ مہریہ چکوال۔

۲۶۔ درہ زاھدیہ برفرقہ احمدیہ، قاضی محمد زاہد الحسینی، سال اشاعت درج نہیں، سال تالیف ۱۹۴۱ء، ملٹری پریس کیمبل پور۔

۲۷۔ ذکرِ ولی، مولانا سید کرم حسین شاہ دوالمیالوی، پہلی اشاعت، سالِ اشاعت درج نہیں، رفیق عام پریس لاہور۔

۲۸۔ ردقادیانیت اور سُنی صحافت، محمد ثاقب رضا قادری، پہلی جلد، پہلی اشاعت ۲۰۱۴ء مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور۔

۲۹۔ روبرو سلام بر سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم، پروفیسر زاہد الحسن فریدی، سالِ اشاعت درج نہیں، مرتب و ناشر ملک خلیل الحق قادری نقشبندی بزم نور چکوال۔

۳۰۔ سوانح عمری قبلہ شیخ القرآن والحدیث استاذ الاساتذہ واستاذ مشائخ پیر طریقت رہبر شریعت قبلہ جناب ابوالظفر السید محمد زبیر شاہ، مولانا سید حامد علی شاہ، سالِ اشاعت وناشر مذکور نہیں، سال تالیف جنوری ۲۰۰۰ء مطبوعہ راولپنڈی۔

۳۱۔ شیخ الحدیث والتفسیر، مختصر حالاتِ زندگی، مولانا محمد حنیف رضوی، پہلی اشاعت ۱۹۹۸ء بزمِ غوثیہ پاکستان ضلع چکوال۔

۳۲۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنوں اور غیروں کی نظر میں، غلام مصطفےٰ عابد، پہلی اشاعت جون ۱۹۷۶ء ناظم اعلیٰ انجمن طلبائے اسلام پاکستان چکوال۔

۳۳۔ الظفر الرحمانی فی کشف القادیانی، مولانا مفتی غلام مرتضیٰ میانوی، پہلی اشاعت ۱۹۲۵ء لاہور پرنٹنگ پریس لاہور۔

۳۴۔ عقیدۃ ختم النبوۃ، مرزائیت کے تعاقب میں سواد اعظم اہل سنت وجماعت کی تصنیفات کا مجموعہ، جمع و ترتیب وتحقیق مفتی محمد امین عطاری وغیرہ، پہلی اشاعت، پہلی ودوسری جلد ۲۰۰۵ء، تیسری وچوتھی جلد

۲۰۰۶ء، پانچویں و چھٹی جلد ۲۰۰۷ء، ساتویں تا دسویں جلد ۲۰۰۹ء، گیارہویں و بارہویں جلد ۲۰۱۰ء تیرہویں و چودہویں جلد ۲۰۱۱ء، ادارہ تحفظ عقائد اسلامیہ کراچی۔

۳۵- فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، حاجی محمد مرید احمد چشتی، ساتویں و آٹھویں جلد، پہلی اشاعت ۲۰۱۰ء انجمن قمر الاسلام سلیمانیہ کراچی۔

۳۶- قادیانیت، اسلام اور سائنس کے کٹہرے میں، عرفان محمود برق، بیسویں اشاعت اگست ۲۰۱۴ء انجمن محبان ختم نبوت پاکستان لاہور۔

۳۷- قادیانیت کا پوسٹ مارٹم، مفتی محمد حنیف قریشی، پہلی اشاعت دسمبر ۲۰۱۴ء چشتی کتب خانہ فیصل آباد۔

۳۸- قادیانیوں کی کفریہ سرگرمیوں پر ایک نظر، عرفان محمود برق، سال اشاعت درج نہیں، انجمن محبان ختم نبوت پاکستان۔

۳۹- قہر یزدانی برسر دجال قادیانی، مولانا گل محمد سیالوی، پہلی اشاعت دسمبر ۲۰۱۳ء القمر لائبریری دار العلوم ضیاء قمر الاسلام تلہ گنگ۔

۴۰- گوجر خان کے سہروردی مشائخ، حسن نواز شاہ، پہلی اشاعت ۲۰۱۳ء، مخدومہ امیر جان لائبریری نڑالی تحصیل گوجر خان۔

۴۱- گودڑی کا لعل، مولانا میاں لعل و علوی، اشاعت ۱۹۴۷ء منوہر پریس سرگودھا۔

۴۲- مرآۃ التصانیف، مولانا حافظ محمد عبد الستار قادری، پہلی اشاعت ۱۹۸۰ء مکتبہ قادریہ لاہور۔

۴۳- مقالات سیالوی، مولانا گل محمد سیالوی، پہلی اشاعت ۲۰۱۳ء دار العلوم ضیاء قمر الاسلام تلہ گنگ۔

۴۴- مہر منیر، مولانا فیض احمد فیض، پانچویں اشاعت ۱۹۸۷ء پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز لاہور۔

۴۵- وارثان علم و حکمت، صاحبزادہ مقصود احمد صابری، پہلی اشاعت ۲۰۱۲ء مکتبہ صابریہ راولپنڈی۔

۴۶- ہم بھی وہاں موجود تھے، داستان حیات، سابق لیفٹیننٹ جنرل عبد المجید ملک، ترتیب و تدوین باقر وسیم قاضی، پہلی اشاعت ۲۰۱۵ء سنگ میل پبلی کیشنز لاہور۔

پنجابی کتب

۴۷- پنجابی ادب وچ چکوال دا حصہ، محمد عابد منہاس، پہلی اشاعت جون ۲۰۱۰ء کشمیر پبلی کیشنز چکوال۔

۴۸- تحفہ رحیمیہ، مولانا عبد الرحیم، سال اشاعت درج نہیں، شاعر کی زندگی میں چھپی، مرکنٹائل الیکٹرک پریس راولپنڈی۔

۴۹- تعریف باوا صاحب حافظ غلام احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حافظ محمد صادق چشتی، سال اشاعت درج نہیں، مطبوعہ لائل پور۔

۵۰- فتح یزدانی برگروہ قادیانی، یعنی مناظرہ اہل اسلام با مرزائیاں در مقام موہڑہ نوری و شکست مرزائیاں، میاں اللہ دتہ، سال اشاعت درج نہیں، مرکنٹائل الیکٹرک پریس راولپنڈی۔

اردو اخبارات و رسائل

۵۱- سات روزہ ''آواز'' جہلم۔

۵۲- ''ابتسام'' سرگودھا۔

۵۳- ماہنامہ ''الجامعہ'' محمدی شریف جھنگ۔

۵۴- مجلہ ''حجت الاسلام'' لاہور۔

۵۵- ماہنامہ ''الحقیقہ'' شکر گڑھ، ''تحفظ ختم نبوت نمبر'' جلد اول۔

۵۶- سات روزہ ''رضوان'' لاہور۔

۵۷- ماہنامہ ''شمس الاسلام'' بھیرہ۔

۵۸- ماہنامہ ''شیخ الحدیث'' چکوال۔

۵۹- ماہنامہ ''ضیائے حرم'' لاہور۔

۶۰- سات روزہ ''الفقیہ'' امرتسر۔

۶۱- ماہنامہ ''ماہ طیبہ'' سیالکوٹ۔

۶۲- روزنامہ ''مشرق'' لاہور۔

۶۳- ماہنامہ ''المصطفٰے'' نور پور چکوال۔

۶۴- سالنامہ ''معارف رضا'' کراچی۔

۶۵- سات روزہ ''ندائے اہل سنت'' لاہور۔

۶۶- روزنامہ ''نوائے وقت'' راولپنڈی۔

مضامین و وثائق

۶۷- حکیم سید حبیب الرحمٰن شاہ دوالمیالوی کا مضمون ''علاقہ کہون کی عظیم روحانی شخصیت'' صفحات ۴۔

۶۸- حکیم غلام مصطفٰے نقشبندی کی تحریر، ۲ صفحات۔

۶۹- مفتی محمد اکرام الحق کی تحریر ''فیصلہ قرآن و سنت کی روشنی میں'' ۱ صفحہ۔

۷۰- مولانا محمد حبیب سیالوی کی مرسلہ تحریر، ۱ صفحہ۔

۷۱- مولانا محمد حفیظ الرحمٰن غزالی کی مرسلہ تحریر، صفحات ۹۔

مرزائی کتب و رسائل

۱- آثار قدیمہ کٹاس، ریاض احمد ملک، پہلی اشاعت ۲۰۱۳ء سالٹ رینج آرکیالوجیکل اینڈ ہریٹیج سوسائٹی دو المیال۔

۲- تاریخ احمدیت، دوست محمد شاہد، اشاعت ۲۰۰۷ء نظارت نشر و اشاعت قادیان۔

۳- دردِ گل، ڈاکٹر گل محمد اعوان خاموش، تحقیق و ترتیب ریاض احمد ملک، پہلی اشاعت ۲۰۱۳ء سالٹ رینج آرکیالوجیکل اینڈ ہیریٹیج سوسائٹی دوالمیال۔

۴- روحانی خزائن عرف مرزائی خزائن، مرزا غلام احمد قادیانی کی تصنیفات کا مجموعہ، اشاعت ۲۰۰۸ء

نظارت اشاعت ربوہ۔

۵۔ شرافتِ منصور، ڈاکٹر منصور احمد، مرتب ریاض احمد ملک، پہلی اشاعت ۲۰۱۳ء فرحان ایجوکیشنل سوسائٹی دوالمیال۔

۶۔ ماہنامہ ''ریویو آف ریلیجنز'' قادیان۔

۷۔ روزنامہ ''الفضل'' قادیان۔

